





ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ۝

(حقیقت یہ ہے)
اور جو ادب و احترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا
تو یہ (احترام) اس وجہ سے ہے کہ
دلوں میں تقویٰ ہے۔

آثار و تبرکات
قرآن مجید کی روشنی میں



مؤلفہ

علامہ محمد طارق قادری بجواتی

ناشر

انوار مدینہ: پی۔ این۔ جی کالونی مغلپورہ لاہور فون نمبر: 6841786
مدنی پبلشرز: زبیدہ سنٹر 40۔ اُردو بازار لاہور موبائل: 0300-9426779

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آثار وتبرکات
قرآن مجید کی روشنی میں

علامہ محمد طارق قادری بجواتی

ناشر

انوار مدینہ پی۔ این۔ جی کالونی مغلپورہ لاہور فون نمبر: 6841786

مدنی پبلشرز

زبیدہ سنٹر 40۔ اُردو بازار لاہور موبائل: 0300-9426779

نام کتاب	آثار تبرکات قرآن مجید کی روشنی
مولف	علامہ محمد طارق قادری بجواتی (انوار مدینہ)
بقاون	پیر طریق الحاج صوفی شوکت علی قادری (انوار مدینہ)
زیر نگرانی	الحاج صوفی محمد صادق قادری
نگرانی طباعت	طارق مجید صاحب مدنی پبلشرز
نظر ثانی	علامہ محمد ضیاء اللہ نورانی
پروف ریڈنگ	مولانا محمد ظریف صاحب۔ مولانا محمد مدثر
ٹائٹل اینڈ کمپوزنگ	شفاقت علی

40.00

ملنے کا پتہ

جامعہ انوار مدینہ پی۔ این۔ جی کالونی مغلپورہ لاہور فون نمبر: 6841786
مدنی پبلشرز زبیدہ سنٹر 40۔ اُردو بازار لاہور موبائل: 0300-9426779
جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور۔

فہرست

☆☆.................☆☆

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس سعی اول کو اپنے محبوب آقا ہادی برحق، امام الانبیاء، خاتم النبیین، جناب محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپ ﷺ کے والدین کریمین کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے توسل سے اللہ کریم نے کائنات کو تخلیق فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب سے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور اللہ تعالیٰ نے بندہ ناچیز کو علم کی لازوال دولت سے نوازا۔

اس کارِ خیر کا انتساب اپنے والدین اور شفیق اساتذہ کی طرف بھی کرتا ہوں جن کی کاوشوں اور دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مجھ ناچیز کو اس قابل بنایا۔ اللہ پاک ان کا سایہ تادیر ہم پر سلامت رکھے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

تقریظ

بقیۃ السلف جامع المعقول والمنقول عالم باعمل استاذی المکرّم

حضرت مولانا مفتی عبداللطیف جلالی صاحب شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور

پیش نظر کتاب مستطاب آثار و تبرکات قرآن مجید کی روشنی میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ الحمد للہ اپنے مضمون کے اعتبار سے اس کو موزوں پایا فاضل جلیل نے بحمدہ واہ واہ محنت سے اسے تحریر فرمایا اور عنوان کے مطابق واضح دلائل سے اس کو مزین فرمایا۔

اگر منکرِ آثار و تبرکات بھی کتاب کو پڑھے تو ضرور انکار چھوڑ کر قائل ہو جائے کہ واقعی بزرگان دین کے آثار و تبرکات باعث برکت اور اطمینان قلب کا سبب ہیں۔

بنا برایں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ **فِيهِ سَكِينَةٌ** ...... **الآیہ**۔

اس قرآنی ہدایت کے بعد اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور کتاب کو مؤلف کے حق میں باعثِ اجر و ثواب فرمائے اور اہل دین کے لئے نافع بیدہ ازمۃ التوفیق۔

احقر العباد
عبداللطیف غفرلہ خادم علوم دینیہ
بدار العلوم جامعہ نعیمیہ لاہور
۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۵ سنہ ہجری

تعارف مؤلف کتاب

فاضل نوجوان حضرت علامہ مولانا محمد طارق قادری طال اللہ عمرہ ایسے معزز گھرانے کے چشم و چراغ ہیں جس کو علاقہ میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

علامہ قادری صاحب اپنے خاندان کے پہلے فرد ہیں جو مستقل طور پر دینی علوم سے بہرہ ور ہوئے ہیں اس لحاظ سے بھی آپ کا وجود خاندان کے لئے باعث فخر ثابت ہوا کیونکہ آپ نے اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم میں بھی دسترس حاصل کی جس کی بدولت مولانا موصوف کے خاندان کی شرف و بزرگی لوگوں کی نظروں میں مزید اجاگر ہوئی۔

ابتدائی حالات

حضرت فاضل نوجوان علامہ قادری صاحب مدظلہ العالی سیالکوٹ کے علاقہ بجوات کے ایک گاؤں مروال میں ۲ فروری ۱۹۸۰ کو جناب شبیر احمد صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ ناظرہ قرآن مجید اور پرائمری تک تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ ۱۹۹۵ء میں میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول پھوکلیان سے کیا پھر آپ علوم دینیہ کی طرف راغب ہوئے اور عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں علمی پیاس

بجھانے کے لئے داخلہ لیا۔

درس نظامی کی ابتدائی کتب سے لے کر دورہ حدیث تک مکمل کتابیں جامعہ ہذا میں ہی پڑھیں دورہ حدیث شریف کے بعد تنظیم المدارس اہلسنت بورڈ سے شہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ (ایم۔اے۔عربی واسلامیات) کی ڈگری اچھے نمبروں میں حاصل کی۔

اساتذہ کرام

جامعہ کے جن اساطینِ علم و فضل اور مقتدایان رشد و ہدایت سے اکتساب فیض حاصل کیا۔ ان میں سے چند کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ بقیۃ السلف عالم باعمل جامع المنقول والمعقول حضرت علامہ مفتی عبداللطیف جلالی صاحب شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ۔

2۔ فقیہہ عصر پاسبان مسلک رضا استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب۔ رئیس دار الافتاء و شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور۔

3۔ مفکر اسلام جانشین مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی الازہری صاحب۔ ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ و تنظیم المدارس پاکستان۔

4۔ فخر العلماء تاجدار مسندِ تدریس حضرت علامہ مفتی محمد انوار القادری صاحب شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ۔

5۔ رئیس التحریر فخر المدرسین حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی

صاحب۔

6۔ حضرت علامہ محبوب احمد چشتی صاحب۔

7۔ حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد سلیمان قادری

مذکورہ بالا شخصیات سے اکتساب فیض کرنے کے بعد مولانا نے ۲۰۰۳ء میں سند فراغت حاصل کی اورساتھ ہی مدرسہ انوار مدینہ مغل پورہ لاہور میں درس نظامی کی تدریس کا آغاز کر دیا جو کہ تاحال جاری ہے۔

مدرسہ انوار مدینہ کے ناظم اعلیٰ صوفی باصفا پیر طریقت جناب الحاج صوفی شوکت علی قادری صاحب مولانا موصوف سے بڑی شفقت فرماتے ہیں اور ہر معاملہ میں تعاون فرما کر حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں انہیں کے تعاون سے آثار وتبرکات کے موضوع پر کتاب لکھی گئی ہے۔

مولانا محمد طارق قادری صاحب مستند عالم دین عمدہ خطیب اور امام ہونے کے ساتھ ساتھ اختلافی موضوعات پر گہری مہارت رکھتے ہیں اور دشمنانِ رسالت کی دلائل کی روشنی میں خوب مرمت کرنا جانتے ہیں۔

میری مولانا صاحب سے دوستی وتعلق کی اصل وجہ ان کا مسلک اعلیٰ حضرت پر کاربند ہونا ہے مجھے ان جیسے مسلک کا درد رکھنے والے مجاہدوں کو دیکھ کر دلی مسرت ہوتی ہے۔

بلامبالغہ کہاجاسکتا ہے کہ علامہ قادری صاحب کا شمار ان خوش بخت حضرات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو تحفظ ناموس رسالت کے لیے وقف کیا ہوا ہے۔

مولانا موصوف اعلیٰ حضرت کے اس شعر کا مصداق نظر آتے ہیں۔

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

زیر نظر کتاب (آثار وتبرکات) کے موضوع پر متعدد اعتبارات سے ایک علمی کاوش، ایمان افروز اور باطل سوز تصنیف ہے۔

اہل علم اور اہل محبت کے لئے ایک گراں قدر تحفہ قرار دیا جاسکتا ہے آخر میں میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

فقط طالب دُعا

حافظ محمد عمران

مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

☆☆..................☆☆

آثار کی لغوی تحقیق

لفظ آثار کی مختصر لغوی تحقیق ملاحظہ ہو۔

آثار = اثر کی جمع ہے

أَثَـرَ = (ن، ض)

أَثْرًا و أَثَارَةً و أُثْرَةً = حدیث بیان کرنا، نقل کرنا۔

أَثِرَ = أَثْرًا یفعل کذا۔ وہ ایسا کرنے لگا

أَثَّـرَ = أَثَّـرَ فِیہِ۔ اثر کرنا، کسی چیز پر اثر انداز ہونا

تَأَثَّرَ = ائتثر فُلَانًا۔ کسی کے نشاناتِ قدم پر چلنا، پیروی کرنا

اَلْأَثَرُ = کسی چیز کا اثر و نشان، حدیث و سنت، مدت

آثـار و أُثور علم الآثار۔ اگلی قوموں کی چھوڑی ہوئی یادگاروں کی معرفت

عام فہم معنی

آثار مبارکہ سے مراد مقدس مقامات اور برکت والی جگہیں ہیں۔

تبرکات کی لغوی تحقیق

بَرَكَ = بُـرُوكًـا و تبراکا و بَرَّكَ واِسْتَبْرَكَ البصیر۔ اونٹ کا بیٹھنا

بَرَّكَ = بَرَّكَ بالمكان۔ کسی جگہ اقامت پذیر ہونا۔
بَرَّكَ = بَرَّكَ فِيهِ۔ کسی کے لئے برکت کی دُعا کرنا
بَرَّكَ = تَبَرَّكَ بِهٖ۔ کسی سے برکت حاصل کرنا
اَلْبَرَكَةُ = کسی شے میں خیر الٰہی ثابت ہونا کے ہیں
اَلْمُبَارَكُ = ہر وہ چیز جس میں خیر و برکت پائی جائے

عام معنی

تبرکات سے مراد برکت والی چیزیں یا ایسی جگہیں جہاں سے برکت حاصل کی جاتی ہے جیسے مکہ معظمہ۔ مدینہ طیبہ۔ حجر اسود اور بزرگان دین کے آستانے وغیرہ۔

☆☆.................☆☆

آثار مبارکہ کی تعظیم کرنا تقویٰ کی علامت

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝[1]

(حقیقت یہ ہے) اور جو ادب و احترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا تو یہ (احترام) اس وجہ سے ہے کہ دلوں میں تقویٰ ہے۔

تفسیر:

امام ابن جریر لفظ شعائر کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ شعیرہ بروزن فعیلۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے وہ علامت جس سے کسی چیز کی پہچان ہو سکے۔

وشعائرة الّتِیْ جعلها امارات بين الحق و الباطل

یعنی جن چیزوں سے حق اور باطل کی شناخت ہو سکے ان کو

[1]: الحج 22: 32۔

شعائر اللہ کہتے ہیں۔

قرآن حکیم میں صفاء و مروہ کی پہاڑیوں' قربانی کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے نشان کہا گیا ہے اور ان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ جب یہ چیزیں شعائر اللہ ہیں تو مدینہ طیبہ اور اس کے گلی کوچے' اولیائے کرام اور ان کے آثار اور ان کے مزارات پرانوار کیوں شعائر اللہ میں داخل نہیں شرک کی مذمت کے بعد شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا جارہا ہے اور اس کو دل کے تقویٰ کی علامت قرار دیا جا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبانِ الٰہی اور ان کے آثار کی تعظیم و احترام شرک نہیں کہ قبیح اور مذموم ہو جس طرح آج کل بعض لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ یہ جذبہ خدا ترسی کی نشانی ہے اور اللہ تعالےٰ سے دلی لگاؤ کی دلیل ہے کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کا جس چیز سے تعلق ہوتا ہے وہ بھی پیاری لگتی ہے عبادت اور تعظیم میں فرق نہ کرنا اور تعظیم کو عبادت شمار کرنا اور اُسے شرک کہنا قرآن فہمی کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں ہے۔[۱]

شعائر کے متعلق زید بن اسلم کا فرمان

اَلشَّعَائِرُ سِتٌّ. اَلصَّفَا وَالْمَرْوَةُ وَالْبُدْنُ وَالْجِمَارُ وَالْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَعَرَفَةُ وَالرُّكْنُ وَتَعْظِيْمُهَا اِتْمَامُ مَايُفْعَلُ بِهَا[۲]

شعائر چھ ہیں صفاء و مروہ' بدنہ جانور' رمی جمار' مسجد حرام' یوم عرفہ اور رکن اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ جو یہاں کرنے کا حکم ہے وہ کیا جائے۔

۱: ضیاء القرآن صفحہ ۳۲۱ ج ۳ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمۃ: ضیاء القرآن پبلشرز گنج بخش روڈ لاہور

۲: تفسیر ابوالحسنات صفحہ ۴۰۲ ج ۴ علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور

آیت سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ شعائر اللہ (اللہ تعالیٰ کی نشانیوں) کی تعظیم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔

۲۔ شعائر اللہ کی تعظیم کرنا، پرہیز گاری کی علامت ہے کیونکہ اولیاء اللہ اور صالحین ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ مقدس و متبرک مقام کا ادب و احترام کرتے ہیں جیسا کہ امام مالک علیہ الرحمۃ مدینہ طیبہ میں پیشاب نہیں کرتے تھے۔ رفع حاجت کے لئے حدود مدینہ طیبہ سے باہر جاتے تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ مدینہ طیبہ میں جا کر کھانا ہی چھوڑ دیتے تاکہ رفع حاجت کی ضرورت پیش نہ آئے۔

۳۔ جو چیز بھی شعائر اللہ میں داخل ہے اس کا ادب و احترام لازمی ہے جب حدیث شریف سے ثابت ہے کہ بندہ مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے تو جنت بھی شعائر اللہ میں داخل ہے جب جنت شعائر اللہ میں شامل ہے تو اس کے باغ بدرجہ اولیٰ جنت میں داخل ہیں تو بندہ مومن کی قبر جنت کا باغ ہے یہ بھی شعائر اللہ میں بدرجۂ اتم داخل ہے تو وہاں جا کر دُعا مانگنا، ذکر و اذکار کرنا، ان کے وسیلہ سے دُعا مانگنا اس کی تعظیم ہے نہ کہ مومنوں کی قبروں کو بت اور طاغوت سے تشبیہ دینا، ان کو مسمار کرنا یہ حماقت اور شعائر اللہ سے بغض کی علامت ہے۔

نوٹ: قبروں کو سجدہ کرنا، صاحب قبر کو خدا سمجھ کر ان سے مانگنا حرام

ہے۔ ایسا کرنے والا مشرک ہے قبروں کی زیارت کرنا، وہاں جا کر دُعا کرنا سنت مصطفےٰ ﷺ ہے بلکہ دُعا کرنے سے بندہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حدیث مبارکہ

عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ النُّعْمَانِ بِرَفْعِ الْحَدِيْثِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَلَهُ وَ كُتِبَ بِرًّا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاَيْمَانِ مُرْسَلًا [۱]

ترجمہ

مشکوٰۃ شریف باب زیارت قبور کی تیسری فصل میں ہے۔

جو شخص جمعہ کے دن اپنے والدین میں دونوں یا کسی ایک کی قبر کی زیارت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے اور نیکی لکھ دیتا ہے۔

بتوں والی آیات کو مومنوں پر چسپاں کرنے والوں کے لئے وعید

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِى الْكُفَّارِ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان (لوگوں) کو ساری خلق خدا سے انتہائی شرارتی قرار

۱: مشکوٰۃ صـ ۱۳۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ ارام باغ کراچی

فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ[۱] اور فرماتے کہ انہوں نے کافروں کے بارے میں اترنے والی آیات مومنوں پر چسپاں کر دی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ بریلوی کا فتویٰ اور دیگر اکابر امت کا بیان

قبروں پر کیا کام ناجائز اور خلاف شرع ہیں

مزارات مقدسہ پر ہاتھ پھیرنا، بوسہ دینا، ان کے سامنے جھکنا اور زمین پر چہرہ ملنا منع ہے۔ اس لیے کہ یہ چیزیں عادات نصاریٰ میں سے ہیں اشعۃ اللمعات کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

مسح نہ کند قبررا بوسہ ندہد آنرا و منحنی نہ شود و دروئے بہ خاک نہ مالد کہ ایں عادت نصاریٰ است[۲] مزارات مقدسہ پر ہاتھ پھیرنا، بوسہ دینا، ان کے سامنے جھکنا اور زمین پر چہرہ ملنا منع ہے۔ اس لیے کہ یہ عادات نصاریٰ میں سے ہیں

فتاویٰ عالمگیری

وَلَا يَمْسَحُ الْقَبْرَ وَلَا يُقَبِّلُهُ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَادَةِ النَّصَارٰى[۳] یعنی قبر پر ہاتھ نہ پھیرے اور نہ اسے بوسہ دے اس لیے کہ وہ عادات نصاریٰ میں سے ہے۔

۱: بخاری شریف صـ ۱۰۲۴ / ۱

۲: اشعۃ اللمعات صـ ۷۱۶ / ۱

۳: فتاویٰ عالمگیری مصری صـ ۳۰۴ / ۵

فتاویٰ رضویہ

فتاوی رضویہ میں ہے کہ مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیے۔[1]

شرح فقہ اکبر

السجدة حرام لغيره سبحانه یعنی غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہے۔[2]

فتاویٰ عالمگیری

قال الفقيه ابو جعفر رحمة الله ان سجد للسلطان بنية العبادة اولم تحضره البنية فقد كفر[3] فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اگر عبادت کی نیت سے بادشاہ کو سجدہ کیا یا کوئی نیت اس وقت نہ تھی تو کافر ہو گیا۔

نوٹ: قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے اور عبادت کی نیت سے ہو تو کفر ہے۔

(یہ تمام فتاویٰ ماخوذ از انوار الحدیث صـــ۲۰۷ مطبوعہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

☆☆..........☆☆

۱: فتاوی رضویہ صــ۸ ج۴

۲: شرح فقہ اکبر صــ۲۳۰

۳: فتاوی عالمگیری صــ۲۳۱ / ۵ مصری میں جواہر الاخلاطی سے ہے۔

شعائر اللہ کی بے ادبی کرنے کی ممانعت

ارشاد خداوندی:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ[1]	اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی اور نہ عزت والے مہینہ کی اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ جن کے گلے میں پٹے ڈالے ہیں

شعائر اللہ کا لغوی اور شرعی معنی:۔

شعائر شعیرہ کی جمع ہے ہر وہ چیز جس کو کسی چیز کی علامت قرار دیا جائے اس کو شعیرہ' شعار اور شعر کہتے ہیں جس ھدی (قربانی کے جانور) کو مکہ معظمہ بھیجا جاتا ہے اس کے گلے میں ہار' جوتا یا درخت کی چھال ڈال دیتے ہیں اس کو بھی شعار کہتے ہیں۔

شعائر اللہ کی شرعی تعریف میں حسب ذیل اقوال ہیں:۔

عطاء نے کہا کہ شعائر اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اجتناب کیا جائے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے خلاصہ یہ ہے کہ شعائر اللہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی حدود کی علامتیں' اس

[1] المائدہ ۵:۲

کا امر، اس کی نہی، اس کے مقرر کیے ہوئے فرائض اور محرمات۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا شعائر اللہ سے مراد ہیں مناسک حج۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا مشرکین کعبہ کا حج کرتے تھے، ھدی (قربانی کے جانور) بھیجتے تھے مشاعر کی تعظیم کرتے تھے اور سفر حج میں تجارت کرتے تھے۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا: شعائر اللہ سے مراد صفا، مروہ، ھدی (قربانی کا جانور) اور دوسرے مشاعر۔[1]

آیت مذکورہ کا شان نزول

حطمہ بن ہند البکری بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ سے اسلام کی حقیقت کے متعلق دریافت کیا حضور ﷺ نے اسلام کی حقیقت اس کے سامنے پیش فرمائی سن کر کہنے لگا مجھے سوچنے کا موقع دیجئے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ بھی کر لوں امید ہے کہ ہم سب آپ کا دین قبول کر لیں گے۔

اس کے حاضر خدمت ہونے سے پہلے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو بتا دیا تھا کہ آج تمہارے پاس قبیلہ ربیعہ کا ایک ایسا آدمی آرہا ہے جو شیطان کی زبان سے گفتگو کرے گا اور جب وہ جانے لگا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا(لقد دخل بوجه کافر و خرج بعقب غادر) جب آیا تھا تو اس کے چہرے پر کفر کی نحوست برس رہی تھی اور اب جا رہا ہے تو اس کی پشت پر غدر (دھوکہ) کے آثار نمایاں

۱۔ تبیان القرآن ص ۳/۳۶ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔ مفسر قرآن مجید عصر علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ

ہو رہے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ راستہ میں ایک جگہ مسلمانوں کے مویشی چر رہے تھے ان کو بھگا کر لے گیا دوسرے سال قربانی کے لئے وہی مسلمانوں کے چرائے ہوئے مویشی لے کر ان کے گلے میں قلادے ڈال کر حج کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مسلمانوں کو علم ہوا تو انہوں نے اس پر حملہ کرنا چاہا تو فوراً یہ آیت نازل ہوئی یعنی اگرچہ وہ کافر ہے اور تمہارا مجرم ہے لیکن اب نکلا ہے میرے گھر کی نیت سے۔ قربانی کے جانوروں کے گلوں میں پٹے ڈال کر۔ اس سے تعرض (جھگڑا) نہ کرو۔[1]

آیات سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ خدا پرستی کی کیا عمدہ تعلیم ہے کہ کوئی کسی روپ میں ہو لیکن جب اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو کر نکلے تو اس پر دست درازی نہ کرو اس کی اب ہر چیز شعائر اللہ ہے۔

۲۔ جب ایک کافر اللہ تعالیٰ کے گھر کا ارادہ کر کے نکلے تو اس سے جھگڑا کرنا منع فرما دیا گیا اور اس کی ہر چیز کو شعائر اللہ قرار دیا گیا چہ جائیکہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، حجر اسود اور مقدس و متبرک مقامات کی زیارت کرنے سے روکا اور منع کیا جائے۔

۳۔ اس آیت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے ادبی و بے حرمتی سے منع فرمایا گیا ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو بتوں سے اور ان کی زیارت کرنے والوں کو مشرک و بدعتی کہے

۱۔ ضیاء القرآن ص ۴۴۲/۱

وہ خود بدمذہب اور مشرک و بدعتی ہے۔

۴۔ سعودی عرب میں مسلمانوں کو روضہ رسول اللہ ﷺ پر حاضری دینے اور وہاں کھڑے ہو کر دُعا مانگنے سے روکا جاتا ہے اور اگر کوئی دُعا مانگے تو اس کو مشرک کہا جاتا ہے حالانکہ روضہ انور سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نشانی اور کیا ہو سکتی ہے جہاں ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار فرشتے شام کو حاضری دیتے ہیں جو فرشتہ ایک مرتبہ حاضری دے اس کو دوبارہ قیامت تک حاضری کا موقع نہیں ملتا۔

5۔ آیت مذکورہ میں قربانی کے جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے ڈالے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کی نشانی قرار دیا گیا ہے اور ان کی بے حرمتی سے منع کر دیا گیا جب ایک ھدی (قربانی کا جانور) اللہ تعالیٰ کی نشانی ہو سکتا ہے تو مدینہ منورہ کے گلی کوچے اللہ تعالیٰ کی نشانی کیوں نہیں ہو سکتے، حرم شریف کی ایک ایک چیز اللہ تعالیٰ کی نشانی کیوں نہیں ہو سکتی۔ بزرگان دین کے آستانے اللہ تعالیٰ کی نشانی کیوں نہیں ہو سکتے۔

۶۔ اگر شعائر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے ادبی منافقت اور بدمذہبی کی علامت ہے تو مدینہ منورہ، روضہ اقدس ﷺ، مکہ معظمہ، نعلین مصطفےٰ ﷺ، صفا و مروہ، مسجد نبوی اور دیگر مقامات مقدس کی بے ادبی کرنے والا منافق کیوں نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ ہمیں ہر بد مذہب کی صحبت اور ان کی چال سے محفوظ فرما کر اپنے اور اپنے حبیب ﷺ کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آثار مبارکہ اور گناہوں کی بخشش

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝[۱]

اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے کہ نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں۔

تفسیر:

اس بستی سے مراد بیت المقدس ہے یا اریحا جو بیت المقدس کے قریب ہے جس میں عمالقہ آباد ہے اور اس کو خالی کر گئے وہاں غلے میوے بکثرت تھے یہ دروازہ ان کے لئے بمولہ کعبہ کے تھا کہ اس میں داخل ہونا اور اس کی طرف سجدہ کرنا سبب کفارہ ذنوب (گناہ) قرار دیا گیا۔[۲]

۱۔ البقرۃ ۵۸

۲۔ خزائن العرفان حاشیہ ۹۶ از سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ۔ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور۔

آیت سے حاصل ہونے والے مسائل

ا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ زبان سے استغفار کرنا اور بدنی عبادت سجدہ وغیرہ بجا لانا توبہ کا متمم ہے۔

۲۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مشہور گناہ کی توبہ باعلان ہونی چاہیئے۔

۳۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مقامات متبرکہ جو رحمت الٰہی کے مورد (اترنے کی جگہ) ہوں وہاں توبہ کرنا اور اطاعت بجا لانا نیک ثمرات اور سرعت سے (جلدی) قبول ہونے کا سبب ہوتا ہے اسی لیے صالحین کا دستور رہا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے موالد (پیدا ہونے کی جگہ) مزارات پر حاضر ہو کر استغفار و اطاعت بجا لاتے ہیں۔ عرس و زیارت میں بھی یہ فائدہ متصور ہے۔

4۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور زبان سے (حطہ) کلمہ توبہ و استغفار کہتے جائیں انہوں نے دونوں حکموں کی مخالفت کی تو داخل ہوئے سُرینوں کے بل گھسٹتے اور بجائے کلمہ توبہ کے تمسخر سے (حَبَّۃٌ فِیْ شَعْرَۃٍ) کہا جس کے معنی ہیں (بالی میں دانہ)[1]

خلاصہ تفسیر:

اے بنی اسرائیل ہماری اس نعمت کو بھی یاد کرو جب کہ تم مقام تیہ میں قید کر دیئے گئے اور وہاں تم ایک معین غذا کھاتے کھاتے گھبرا

ا۔ خزائن العرفان حاشیہ ۹۶۔

گئے اور اس جگہ رہنے سے تم اکتا بھی گئے اور تم نے موسیٰ علیہ السلام سے اپنی مصیبت بیان کی تو ہم نے تم پر یہ کرم فرمایا کہ تمہارے دشمن قوم عمالقہ جو بیت المقدس یا اریحا میں آباد تھی اس کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا کہ وہ بہادر قوم تم کمزوروں سے ڈر کر بغیر لڑے بھڑے شہر خالی کر گئی اور پھر ہم نے تم سے کہا کہ جاؤ وہ شہر تمہارے واسطے خالی ہے تمہارے دشمن جو نعمتیں وہاں چھوڑ گئے ہیں تم جا کر اپنے استعمال میں لاؤ مگر تم پر صرف دو پابندیاں لگائیں ایک یہ کہ اس شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے، جھکتے ہوئے، عاجزی کرتے ہوئے داخل ہونا اور دوسرا یہ کہ اس میں داخلے کے وقت تمہاری زبان پر کوئی فخریہ کلمہ نہ ہو بلکہ ہم سے معافی چاہتے ہوئے جاؤ جس سے ہم گناہ گاروں کی خطائیں معاف کر دیں گے اور نیک کاروں کے درجے بڑھا دیں گے۔[1]

آیت سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ اگرچہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان گزشتہ جرم پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے بچنے کا عہد کر لے لیکن اس کے ساتھ ہی زبان سے توبہ کے کلمے بولنا اور اس وقت کوئی نیک کام بھی کرنا چاہیے جیسے کہ بنی اسرائیل سے سجدہ بھی کرایا گیا اور (حِطَّةٌ) بھی کہلوایا گیا اسی لئے اب بھی حکم ہے کہ توبہ کے وقت نماز توبہ اور صدقہ خیرات ادا کرے کیونکہ یہ توبہ کی قبولیت کا ذریعہ ہیں۔

۱۔ تفسیر نعیمی ۱/۳۵۵ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور

۲۔ یہ ہے کہ متبرک مقامات جہاں رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے وہاں جا کر توبہ کرنا اور اطاعت بجا لانا زیادہ قبولیت کا سبب ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل کو توبہ اور عبادت کرنے کے لئے اس شہر متبرک میں بھیجا گیا۔ اسے تفسیر عزیزی نے اس جگہ فرمایا کہ بعض خاندانی اور بزرگ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے پاس بیٹھ کر توبہ کرنے اور عبادت کرنے سے جلد قبولیت ہوتی ہے۔

چنانچہ ابن مردویہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفر میں تھے۔ رات کے آخری حصے میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پہاڑ سے گزرے جس کا نام دارا الحنظل تھا آپ نے فرمایا کہ یہ گھاٹی بنی اسرائیل کے اس دروازے کی طرح ہے جس سے ان کو سجدہ کر کے داخل ہونے کا حکم ہوا ہے اور جہاں ان سے توبہ کرائی گئی۔

ابن ابی شیبہ نے بروایت صحیح فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس امت میں ہم اہل بیت کشتی نوح اور بنی اسرائیل کے دروازہ حِطّۃ کی طرح ہیں یعنی جس طرح بنی اسرائیل کا اس دروازہ میں آنا گناہ کی معافی کا ذریعہ تھا ایسے ہی امت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ہمارے سلسلہ میں داخل ہونا' بیعت اور توبہ کرنا گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

مثنوی شریف میں فرمایا۔

گرنداری تودم خوش در دُعا
رود عامی خواہ ز اخوان صفا
ہر کر اول باک شد از اعتدال
آں دعائش می رود تا ذوالجلال
ہیں بجو ایں قوم رائے مبتلا
ہیں غنیمت دار شاں پیش ازبلا

یعنی بہتر ہے کہ اپنے لئے کسی بزرگ سے دُعا کراؤ کیونکہ ان کی زبان سے نکلی دُعا حق تعالیٰ تک پہنچتی ہے جیسے کہ کمان کا تیر اور بندوق کی گولی۔ اگر ہم گولی ہاتھ سے پھینک دیں تو وہ اثر نہ ہوگا جو بندوق سے پھینکنے کا ہوگا دُعا گولی ہے اور ان کی زبان بندوق ہے۔

۳۔ یہ کہ توبہ گناہ کے مطابق ہونی چاہیئے یعنی چھپے گناہ کی چھپی توبہ اور ظاہر گناہ کی ظاہر توبہ جیسے کہ یہاں بنی اسرائیل کو اعلانیہ توبہ کا حکم دیا گیا تا کہ جس کو ہمارے گناہ کی خبر ہو اس کو ہماری توبہ کی بھی خبر ہو جائے بلکہ بہتر ہے کہ اپنی توبہ پر متقی اور پرہیز گاروں کو گواہ بنالے اسی طرح جو بندہ بدمذہبی سے توبہ کرے اس کو چاہیے کہ اس توبہ کا اعلان کرے۔

۴۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات پر حاضر ہو کر دُعا کرنا بہتر ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ دُعا کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر آتے تھے (شامی) ہم کو قرآن نے بھی حکم دیا کہ توبہ کے لئے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ

میں جاؤ۔

۵۔ بزرگان دین کے شہر کی تعظیم کرنا بھی نیک بختی کی علامت ہے جیسے کہ بنی اسرائیل سے اس شہر کی تعظیم کرائی گئی اس لیے کہ یہ انبیاء کرام کی آرام گاہ تھی مدینہ منورہ بغداد شریف کی تعظیم کی یہی اصل ہے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو وادی سینا میں داخل ہوتے وقت نعلین (جوتے) اتارنے کا حکم دیا گیا۔

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى

بعض حضرات اپنے شیخ کے شہر میں ننگے پاؤں رہتے ہیں جوتا نہیں پہنتے حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ مدینہ میں گھوڑے پر سوار نہ ہوتے۔

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے مدینہ کے قیام کے زمانہ میں اس زمین میں پیشاب، پاخانہ نہ کیا، کھانا ہی چھوڑ دیا۔ ان تمام آداب کی اصل یہ آیات ہیں۔ نیز پاک پتن شریف کے بہشتی دروازے کے معنی یہ ہیں کہ اس دروازہ میں داخل ہو کر توبہ کرو اور گناہ سے معافی مانگو جیسے ستون توبہ کے پاس کھڑے ہو کر توبہ کرنا غالبًا اس جگہ بابا صاحب نے عبادت کی ہو گی۔

۶۔ جن عملوں سے ہم گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں ان سے نیک کاروں کے درجے بڑھتے ہیں۔ ہماری توبہ گناہ مٹاتی ہے۔ ان کی توبہ ان کے درجے بڑھاتی ہے ہماری مصیبتیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہیں ان کی مصیبتیں ترقی و درجات کے لئے جیسے کہ میدان تیہ میں بنی اسرائیل بھی رہے اور موسیٰ

علیہ السلام بھی مگر یہ میدان بنی اسرائیل کے لئے قید خانہ تھا موسیٰ علیہ السلام کے لئے اعلیٰ مقام جو شخص ان حضرات کی توبہ یا مصیبتوں کو دیکھ کر انہیں گنہگار یا بے دین مانے وہ خود بے دین ہے۔ گنہگار کی قبر پر پھول یا سبزہ ڈالا جائے تو اس سے عذاب میں کمی واقع ہوتی ہے اور نیک کاروں کی قبر پر ڈالنے سے ان کے ثواب میں زیادتی ہوتی ہے۔[۱]

☆☆.................☆☆

۱۔ تفسیر نعیمی: ۱/۳۵۵

آثار مبارکہ کی تعمیر اور دُعا کی قبولیت

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝[۱]

اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم علیہ السلام اس گھر کی بنیادیں اور اسمٰعیل علیہ السلام یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما۔ بے شک تو ہی سنتا اور جانتا ہے

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو کس نے بنایا ایک قول یہ ہے کہ اس کو سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا امام ابن اسحاق نے کہا اس کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو سب سے پہلے حضرت شیث ابن آدم علیہما السلام نے بنایا۔

علامہ احمد قسطانی نے ان تمام اقوال اور روایات کو جمع کر کے فرمایا کہ کعبہ کو دس مرتبہ بنایا گیا اس کی تفصیل ارشاد الساری میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ البقرہ ۲: ۱۲۷

تفسیر:

پہلی مرتبہ کعبہ معظّمہ کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی اور بعد طوفانِ نوح پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی بنیاد پر تعمیر فرمائی یہ تعمیر خاص آپ کے دست مبارک سے ہوئی اس کے لئے پتھر اٹھا کر لانے کی خدمت و سعادت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو میسر ہوئی۔ دونوں حضرات نے اس وقت یہ دُعا کی کہ یا رب ہماری یہ اطاعت و خدمت قبول فرما۔[1]

آیت مبارکہ سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ کعبہ معظّمہ کے آثار مبارکہ ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں تو پھر اس سے برکت حاصل کرنے میں کیونکر شک ہو سکتا ہے۔

۲۔ بیت اللہ قبولِ دُعا کی جگہ ہے اس لیے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اسی جگہ یہ دُعا کی جو بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی اور اگلی دُعائیں مانگیں۔

۳۔ عمل خواہ کتنا ہی نیک ہو اور کیسے ہی اخلاص سے ہو اس کی قبولیت کی دُعا کرنی چاہیے اس سے ہر گز غفلت نہ کی جائے تعمیر کعبہ بہت اچھا کام ہے اور رب کے حکم سے ہوا تھا مگر آپ نے پھر بھی اس کی قبولیت کی دُعا کی۔

۱۔ خزائن العرفان حاشیہ ۲۳۱۔۴

۴۔ کعبہ معظّمہ بیت المقدس سے اس لئے افضل ہے کہ اسے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے بنایا اور بیت المقدس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات سے بنوایا جیسے تعمیر کرنے والوں میں فرق ہے ویسے ہی تعمیروں میں بھی فرق ہے جیسے آبِ زمزم کا متبرک ہونا اسی لئے ہے کہ یہ ایک نبی کی ایڑی سے جاری ہوا۔ اب اس میں دوسری بزرگی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا لعاب دہن بھی اس میں مل گیا اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ تمام پانیوں میں زم زم افضل ہے مگر زم زم سے بھی وہ پانی افضل ہے جو ایک موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے جاری ہوا کیونکہ یہ ایک نبی کے تلووں سے جاری ہوا اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے۔

۵۔ بزرگوں کی مانگی ہوئی دُعائیں اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ مقبولِ بارگاہ الٰہی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعائیں قرآن مجید میں بیان فرمائیں تاکہ مسلمان یہ دُعائیں مانگا کریں کہ ان میں الفاظ کی تاثیر کے ساتھ ان زبانوں کی بھی تاثیر ہے۔

۶۔ نیک عمل کرتے وقت اور کر چکنے کے بعد اس کے توسل سے دُعا کرنا افضل ہے دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بناتے وقت دُعا مانگی اس لیے نماز کی حالت میں اور اس کے بعد دُعا کی جاتی ہے۔

خلاصہ کلام:

آثار مبارکہ کے پاس دُعا مانگنا' ان کی زیارت کرنا اور وہاں عبادت کرنا قبولیت پاتی ہے۔

☆☆..................☆☆

آثار مبارکہ اور عبادت کا حکم

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ[۱]

ترجمہ:

اور (یاد کیجئے) جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لئے معبد اور امن کی جگہ بنایا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔

تفسیر:

حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پتھروں کو جوڑ کر لگاتے تھے جب کعبہ کی عمارت بلند ہو گئی تو وہ اس پتھر کو لائے اور اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے رکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر بنانے لگے اور حضرت اسماعیل ان کو پتھر لا کر دے رہے تھے (الحدیث)[۲]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے اس "مقام" میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی انگلیوں، ایڑیوں اور تلووں کے نشان ثبت دیکھے۔[۳]

۱۔ البقرہ ۲: ۱۲۵ ۲۔ صحیح بخاری ۴۷۶/۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔
۳۔(۱) تفسیر قرطبی ۱۱۳/۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ۱۳۸۷ھ (۲) تبیان القرآن ۵۷۱/۱ از مجتہد عصر مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ کے سات طواف کئے پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات نماز پڑھی اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔[۱]

آیت سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کو نماز کی جگہ بنانے کے حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا مقام کس قدر بلند ہے اور آثار انبیاء سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔

۲۔ بزرگوں کی چیزوں کی تعظیم کرنا اور اس سے برکت لینا قرآن کریم سے ثابت ہے۔

۳۔ ساری امت کا اس پر عمل ہے کہ مقام ابراہیم ایک پتھر ہے اس کی یہ تعظیم صرف اسی لیے نہیں ہے کہ وہ جنتی پتھر ہے بلکہ اس لیے ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم اس پر لگے ہیں اس لئے زمانہ ابراہیمی سے پہلے اس کی وہ تعظیم نہ ہوتی تھی جو اب ہے کہ تمام مسلمان اپنے سر اس کی طرف جھکاتے ہیں۔

۴۔ قرآن مجید نے اس کو جنتی پتھر نہ کہا بلکہ مقام ابراہیم کہا تاکہ معلوم ہو کہ اس پتھر کی تعظیم و توقیر اس لئے ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا جائے قیام ہے تبرکات کی تعظیم بہت سے آیتوں اور احادیثوں سے ثابت ہے۔

۱۔ بخاری ۵۷/۱

۵۔ عین نماز کی حالت میں بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم جائز ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال آجانا گدھے' بیل کے خیال سے بدتر ہے وہ مقام ابراہیم کے متعلق کیا کریں گے وہ مقام قبولیت نماز کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

☆☆..................☆☆

آثار مبارکہ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝[1]

بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج کر لے یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے

تفسیر:

صفا و مروہ مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں جو کعبہ معظّمہ کے مقابل جانب مشرق واقع ہیں مروہ شمال کی طرف مائل اور صفا جنوب کی طرف جبل ابی قیس کے دامن میں ہے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے ان دونوں پہاڑوں کے قریب اس مقام پر جہاں چاہ زمزم (چشمہ پانی کا) ہے بحکم الٰہی سکونت اختیار فرمائی اس وقت یہ مقام سنگلاخ بیابان تھا۔ نہ یہاں سبزہ تھا نہ پانی نہ خورد و نوش کا کوئی سامان۔ رضائے الٰہی کے لئے ان مقبول بندوں نے صبر کیا حضرت اسماعیل علیہ

ا۔ البقرہ۲: ۱۵۸

السلام بہت خرد سال تھے۔ تشنگی سے جب ان کی جان بلبی کی حالت ہوئی تو حضرت ہاجرہ بے تاب ہو کر کوہ صفا پر تشریف لے گئیں وہاں بھی پانی نہ پایا تو اتر کر نشیب کے میدان میں دوڑتی ہوئی مروہ تک پہنچیں اس طرح سات مرتبہ گردش ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کا جلوہ اس طرح ظاہر فرمایا کہ غیب سے ایک چشمہ زم زم نمودار کیا اور ان کے صبر و اخلاص کی برکت سے ان کی اتباع میں ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑنے والوں کو مقبول بارگاہ کیا اور ان دونوں کو محل اجابت دُعا بنایا (دُعا قبول ہونے کی جگہ بنایا)[1]

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پچھلے زمانہ میں ایک شخص تھا اس کا نام اساف تھا اور ایک عورت نائلہ تھی انہوں نے خانہ کعبہ میں ایک دوسرے کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا عذاب الٰہی سے دونوں پتھر ہو گئے اور عبرت کے لئے اساف کو تو صفا پہاڑ پر رکھ دیا گیا اور نائلہ کو مروہ پر تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر یہاں گناہ کے خیال سے بچیں۔ کچھ زمانہ کے بعد جب جہالت کا زور ہوا تو لوگوں نے ان کی پرستش شروع کر دی کہ جب صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے تو تعظیم سے انہیں بھی چھو لیتے مسلمانوں کو صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا ناپسند ہوا کیونکہ اس میں بت پرستوں اور بت پرستی سے مشابہت تھی تب یہ آیت کریمہ اتری جس میں ان کو تسلی فرمائی گئی کہ تمہارا یہ کام رضائے الٰہی کے لئے ہے تم اس میں حرج نہ سمجھو۔

۱۔ خزائن العرفان

آیت مبارکہ سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا حج اور عمرہ میں واجب ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ اس پر عمل کیا اس کے چھوڑنے سے قربانی واجب ہوتی ہے۔

۲۔ اگر معظم (ادب و احترام والی) جگہ میں کچھ خرابیاں پیدا ہو جائیں تو اس سے اس جگہ کی عزت نہ گھٹے گی اور نہ اس جگہ کو مٹایا جائے لہٰذا بزرگان دین کے مزارات پر عرس وغیرہ میں ناجائزہ کام بھی ہوتے ہوں تب بھی قبروں کو نہ مٹاؤ جیسے اسلام نے بت پرستی کی وجہ سے خانہ کعبہ یا صفا مروہ کو نہ مٹایا ہاں کوشش کرو کہ وہاں سے ناجائز چیزیں مٹ جائیں دیکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ فتح فرما کر صفا مروہ بلکہ خود بیت اللہ شریف سے بت نکال دیئے اگر مسجد میں کتا آجائے تو کتے کو نکالو مسجد نہ گراؤ۔ بعض مزارات اولیاء پر مروجہ ناچ گانے حرام ہیں ان حرام افعال کو دور کیا جائے نہ کہ مزارات کو ختم کرنے کا سوچا جائے۔

۳۔ ناجائز کاموں کی وجہ سے سنت نہیں چھوڑی جاسکتی لہٰذا قبور اولیاء پر گانے وغیرہ کی وجہ سے زیارت قبر جو سنت ہے نہ چھوڑی جائے گی جیسے بتوں کی موجودگی میں خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی بند نہ ہوئی۔

۴۔ دینی شعائر یعنی علامتوں کا برقرار رکھنا سنت الٰہی ہے جیسے صفا

مردہ کو رب تعالیٰ نے باقی رکھا کیونکہ یہ بزرگوں کی یادگار ہیں لہٰذا بزرگان دین کے تبرکات اور ان کے روضے وغیرہ ضرور باقی رکھے جائیں تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

۵۔ جب بے جان پتھر اللہ والوں کے قدم بوسی کی برکت سے شعائر اللہ بن گئے تو حضرت آمنہ خاتون' بی بی حلیمہ سعدیہ کی گودیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کا زانو' عائشہ صدیقہ کا پہلو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آرام گاہ و خواب گاہ بنا وہ یقیناً شعائر اللہ ہی نہیں بلکہ شعائر گر ہو گا۔

☆☆..................☆☆

آثار مبارکہ کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

۲

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ○[1]	تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ تعالیٰ کی یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور بے شک اس سے پہلے تم بہکے ہوئے تھے

تفسیر

اس جگہ تفسیر بیضاوی میں یہ ہے کہ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ فيه دليل على وجوب الوقوف بها لان الافاضة لاتكون الابعده[۲]

عرفات میں وقوف فرض ہے کیونکہ اضافہ بلاوقوف متصور نہیں ہوتا۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ (القران) بالتَّلْبِيَة وَالتهليل والدعاء وقيل لصلوة العشاء ين	تلبیہ و تہلیل و تکبیر و ثناء دعا کے ساتھ یا نماز مغرب و عشاء کے ساتھ

۱۔ البقرہ ۲:۱۹۸

۲۔ تفسیر بیضاوی $\frac{142}{1}$ ابوالخیر عبداللہ بن عمر الشیر ازی البیضاوی مطلوبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

جبل یقف علیہ الامام ویسمی قزح	(مشعر حرام وہ پہاڑ ہے) جس پر امام ٹھہرتا ہے اس کو جبل قزح کہتے ہیں
عند المشعر الحرام ممایلیہ ویقرب منہ فانہ افضل والا فالمزدلفۃ کلھا موقف الاوادی محسر[1]	مشعر حرام کے پاس ٹھہرنا زیادہ افضل ہے وادی محسر کے سوا تمام مزدلفہ موقف ہے اس میں ٹھہرنا واجب ہے بے عذر ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے۔

دوسری تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فَاِذَآ اَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ) فاذا رَجعتم من عرفات الی المشعر الحرام	جب تم عرفات سے مشعر حرام کی طرف پلٹو
(فَاذْكُرُوا اللّٰهَ) بالقلب واللسان	دل اور زبان سے اللہ کا ذکر کرو
(عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ) علی ماھداکم	جس طرح اس نے تم کو ہدایت دی
وَاِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ) تفسیر وقد کنتم من قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن والاسلام الکافرین[2]	تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، قرآن اور اسلام سے پہلے کافر تھے

۱۔ تفسیر بیضاوی ۱۴۲/۱ ابوالخیر عبداللہ بن عمر الشیر ازی البیضاوی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۔ تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ص ۳۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

آیت مبارکہ سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ مشعر حرام کے پاس ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا جائے اور اپنے گناہوں پر معافی طلب کی جائے۔

۲۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شخصی عبادت سے اجتماعی عبادت بہتر ہے۔ اکیلے نماز سے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا افضل ہے ایک کی قبول ہوئی تو سب کی قبول۔ دیکھو قریش کا مزدلفہ سے لوٹ کر آنا گویا ان کی شخصی عبادت تھی اور عرفات سے واپس ہونا قومی عبادت تھی۔ رب تعالیٰ نے انہیں عرفات سے لوٹنے کا حکم دیا تاکہ عبادت قومی بنے۔

۳۔ اگرچہ سارا مزدلفہ حاجیوں کی قیام گاہ ہے مگر مشعر حرام کے پاس ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے۔

۴۔ عرفات مزدلفہ اور مشعر حرام آثار متبرکہ ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا افضل ہے بالخصوص مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے۔

☆☆..................☆☆

آثار و تبرکات انبیاء اور اطمینان قلب

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ١

اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا: اس کی سلطنت (کے من جانب اللہ ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا' اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون قلب کا سامان ہوگا اور کچھ آل موسیٰ اور آل ہارون (علیہما السلام) کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے' اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہوگا اگر تم ایمان والے ہو تو بے شک اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے

نوٹ: یہ امر واضح رہے کہ ہم نے ترجمہ میں تبرکات کا لفظ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے لیا ہے اس کی تفصیل کم و بیش تفسیر کی ہر کتاب میں آئی ہے۔

1۔ تفسیر کبیر
2۔ روح البیان
3۔ جلالین
4۔ الجامع الاحکام القرآن

ا۔ البقرہ ۲: ۲۴۸

5۔ بیضاوی
6۔ روح البیان
7۔ روح المعانی
8۔ لباب التاویل فی معانی التنزیل
9۔ المدارک
10۔ تفسیر مظہری وغیرہ ملاحظہ ہوں

ہم یہاں صرف پانچ معروف تفاسیر کے حوالے سے اس کا بیان کریں گے۔

تفسیر ابن عباس

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی جو تفسیر کی ہے میں وہ عربی عبارت کے الفاظ ذکر کر رہا ہوں اور آیت مبارکہ کی عبارت کو چھوڑ رہا ہوں کیونکہ پیچھے آیت مذکور ہے۔

(اشمويل) (علامة) (ان من الله) (هو ان يرد اليكم التابوت الذى اخذمنكم) (رحمة وطمانية) (ويقال فيه ربح النصرة له صفوة كوجه انسان) (مما ترك موسٰى يعنى كتابه و يقال الواحه وعصاه) (مما ترك هارون رداؤه وعمامته) (نسوقه) (اليكم) (فى ردا التابوت اليكم) (علامة) (ان ملكه من الله) (مصدقين فلما ردا اليهم التابوت قبلوا وخرجوا معهٗ)

(پس کہا ان کو) اشمویل نے کہ (یہ اس کی بادشاہی) کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمہاری طرف ایک تابوت بھیجے گا جس سے تم رحمت اور طمانیت حاصل کرو گے اور اس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں فائدہ مند مدد ہے اس کے لئے جو انسانی چہرہ کی طرح صاف ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے چھوڑا یعنی کتاب (اس صندوق میں) (ابن عباس یہ کہتے ہیں) اس میں الواحِ تورات اور

آپ (موسیٰ علیہ السلام) کا عصا
مبارک تھا اور جو ہارون علیہ
السلام نے چھوڑا (اس صندوق
میں) وہ آپ کی چادر اور عمامہ
شریف تھا (فرشتے) اسی تابوت کو
لے کر چلتے تھے تمہاری طرف یہ
(طالوت) کی حکومت کی علامت
اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی جب
تابوت ان کی طرف لوٹ آیا
انہوں نے اس کی تصدیق' بوسہ
دیا اور اس کے ساتھ نکلے

تفسیر خزائن العرفان

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے اس تابوت کا نہایت جامع بیان کیا ہے ہم اس کو خزائن العرفان' سے نقل کرتے ہیں۔

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا زر اندوز صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ اور عرض دو ہاتھ تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید انبیاء ﷺ کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوتِ سرخ میں تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بحالت نماز قیام میں ہیں اور آپ ﷺ کے گرد آپ ﷺ کے اصحاب ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا یہ صندوق

وراثتاً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ علیہ السلام اس میں تورات بھی رکھتے تھے چنانچہ اس میں الواح تورات کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء آپ کے کپڑے اور نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصاء اور تھوڑا سا ''مَنّ'' جس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا گیا جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو اس تابوت کو سامنے رکھ کر دُعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بدعملیاں حد سے بڑھ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث بنی ہے تو انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لئے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا بنی اسرائیل یہی دیکھ کر اس کی بادشاہی کے مُقِرّ ہوئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام لازمی ہے ان کی برکت سے دُعائیں قبول ہوتی اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے اس

تابوت میں انبیاء علیہم السلام کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھیں۔

تفسیر ثنائی

(اہلحدیث مسلک کے امام محمد ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں)

(طالوت کی بادشاہت کی نشانی مانگی) جس کے جواب میں ان کے نبی نے ان سے کہا کہ جس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس میں خدا کی طرف سے تمہیں تسکین ہو گی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی قوم کی چھوڑی ہوئی چیزیں ہونگی یعنی عصا وغیرہ۔ بزرگوں کی مستعملہ اشیاء ہوں گی جن کو بنی اسرائیل متبرک سمجھتے تھے۔ فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے لادینگے اور تمہارے بیچ میں رکھ دیں گے جس کے دیکھنے سے تمہیں تسلی ہو جائے گی (صندوق آئے گا) اس کا نام تابوت سکینہ تھا اس میں بنی اسرائیل کے بزرگوں کے تبرکات رکھے رہتے تھے۔[1]

تفسیر بیان القرآن

مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندیوں کے امام اپنی تفسیر بیان القرآن) میں لکھتے ہیں۔

"اور جب ان لوگوں نے پیغمبر سے یہ درخواست کی کہ اگر کوئی ظاہری حجت بھی ان کی من جانب اللہ بادشاہ ہونے کی ہم مشاہدہ کر لیں تو اور زیادہ اطمینان ہو جاوے اس وقت ان سے ان کے پیغمبر نے

---

[1] تفسیر ثنائی ج ۱، ص ۱۶۳ مولانا ابوالوفا محمد ثناء اللہ۔ مطبوعہ المکتبہ الرحمٰن نیو سول لائن سرگودھا

فرمایا کہ ان کے من جانب اللہ بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس صندوق بدون تمہارے لائے ہوئے آجاوے گا۔ جس میں تسکین اور برکت کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے یعنی تورات اور تورات کا من جانب اللہ ہونا ظاہر ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں۔ جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام چھوڑ گئے ہیں یعنی ان حضرات کے کچھ ملبوسات وغیرہ۔ غرض اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس طرح سے صندوق کے آجانے میں تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو اس صندوق میں تبرکات تھے قولہ تعالیٰ ''یَّاتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ'' اس میں اصل ہے آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کی۔

تفسیر معارف القرآن

مولانا ادریس کاندھلوی دیو بندی اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں۔

اس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے کچھ تبرکات بھی ہونگے جن کو وہ چھوڑ گئے ہیں ان تبرکات کا تمہیں مل جانا صدہا ہزار خیرات و برکات کا موجب ہوگا ابن عباس اور قتادہ سدی وعکرمہ' ربیع بن انس اور ابوصالح سے مروی ہے کہ اس تابوت میں تورات کی دو تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے ٹکڑے تھے۔ جو ٹوٹ گئی تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے عصا اور ان کے عمامے اور جوتے وغیرہ تھے۔[1]

---

[1] معارف القرآن ص ۴۷۳/۱ مولانا ادریس کاندھلوی دیو بندی۔ مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ جامعہ شرقیہ لاہور

آیت مبارکہ سے حاصل ہونے والے فوائد

آیت مبارکہ اور تفاسیر سے حاصل شدہ چند فوائد۔

۱۔ بزرگوں کے تبرکات سے برکت لینا سنت انبیاء ہے حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بال مبارک تھا جسے اوڑھ کر وہ جنگ کرتے تھے۔

۲۔ بزرگوں کے تبرکات سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اور دلوں کو چین حاصل ہوتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور ﷺ کا جبہ مبارک تھا جسے وہ دھو کر پانی بیماروں کو بطور دواء پلاتی تھیں بادشاہ روم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درد سر کی شکایت کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بال مبارک ٹوپی میں سی کر بھیج دیا جس سے اس کا درد سر جاتا رہا۔

۳۔ تبرکات کا جلوس نکالنا سنت ملائکہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں تحملہ الملائکہ سے ثابت ہوا ایک فرشتہ ساری زمین اٹھا سکتا ہے اس صندوق کا اتنے فرشتوں کا اٹھانا جلوس ہی تھا۔

۴۔ تبرکات و آثار کی زیارت کرنا سنتِ بزرگان دین ہے جیسے آج کل موئے مبارک (بال) شریف کی زیارت کے لئے لوگ بادشاہی مسجد میں جاتے ہیں اور وہاں تبرکات کی زیارت کرتے ہیں۔

۵۔ تبرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں شہرت ہونا ہی کافی ہے اس کے لئے بخاری کی حدیث ضروری نہیں کیونکہ پچھلے

اسرائیلی ان تبرکات کی فقط شہرت سے ہی تعظیم کرتے تھے اشمویل علیہ السلام نے بعد میں تصدیق کی۔

۶۔ تبرکات کی بے حرمتی کفار کا طریقہ ہے موجودہ وہابی دیو بندی اُس زمانہ کی قوم عمالقہ ہیں جنہوں نے تبرکات کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی مگر خیال رہے کہ یہ بے حرمتی ہلاکت کا سبب ہے رب کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

۷۔ تبرکات کا کم ہو جانا مصیبتوں اور بلاؤں کی علامت ہے کہ تابوت گم ہوتے ہی بنی اسرائیل پر مصیبتیں آئیں۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی انگوٹھی گم ہو جانے پر حکومت میں گڑبڑ مچی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری کا غائب ہوجانا تکلیف کا باعث ہوا۔

۸۔ جس چیز کو بزرگوں سے نسبت ہو جائے وہ تبرک ہے اور اس سے فیض پہنچتا ہے کہ پیغمبروں کی تصویروں کو تو پیغمبروں سے صرف نقل و حکایت کی نسبت تھی اور موسیٰ علیہ السلام کے عمامہ، نعلین شریف وغیرہ کو کچھ مدت ان بزرگوں کے ساتھ رہنے کی نسبت حاصل ہوئی جس سے ان چیزوں میں سکونِ قلب بخشنے کی تاثیر پیدا ہو گئی یوسف علیہ السلام کی قمیض میں نابینا آنکھ میں روشنی دے دینے کی تاثیر تھی۔

آثار صالحین سببِ حیات

سامری نے سونے کا بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی ڈالی تو وہ بولنے لگا۔ لوگوں نے اس بچھڑے کی پوجا شروع کر دی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انتہائی غضب ناک ہوئے اور سامری سے پوچھا۔

فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ۝[1] اے سامری ! (بتا) تیرا کیا معاملہ ہے؟

سامری نے کہا۔

بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُولِ ۝[2] میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی تھی سو میں نے اس فرستادہ (فرشتے) کے نقشِ قدم سے (جو آپ کے پاس آیا تھا) ایک مٹھی (مٹی کی) بھرلی

تفسیر:۔

صاحب تفسیر جلالین لکھتے ہیں۔

۱۔ طٰہٰ ۲۰:۹۵

۲۔ طٰہٰ ۲۰:۹۶

وقد کان رای ان جبریل جاء راکب فرس و کان کل ماوضع الفرس یدیہ او رجلیہ علی الطریق لیالبس یخرج من تحتہ البنات فی الحال فعرف ان لہ شانا فاخذ من موطتہ خضۃ روح[۱]	(سامری) نے دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام ایک گھوڑی پر سوار ہو کر آئے وہ جہاں قدم رکھتی تھی وہاں نیچے سے سبزہ نکل آتا تھا سامری نے یہ ماجرا دیکھ لیا اس لئے اس نے (گھوڑی) کے سم کے نیچے سے مٹی اٹھا کر محفوظ کر لی۔

اس کے علاوہ دیگر کتب تفاسیر میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس صحرائے سینا میں گھوڑی پر سوار ہو کر آئے ان کی گھوڑی جہاں قدم رکھتی صحرا کی ریتلی اور خشک زمین پر سبزہ اگ آتا۔

سامری نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں اور اس کی گھوڑی کے قدموں کا یہ حال ہے کہ جہاں وہ خشک زمین کو مس کرتی ہے ہریالی ہو جاتی ہے اس وجہ سے اس نے مٹی کو محفوظ کر لیا اور جب بعد میں بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں مٹی ڈال دی تو وہ بولنے لگا۔

گھوڑی کے قدموں کے نشانات سے مٹی لینا

علامہ قرطبی نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ سامری نے جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدموں کے نشان کی جگہ سے ایک مٹھی بھر مٹی لے

۱۔ تفسیر جلالین ۔ پارہ ۱۶۔ صہ ۲۶۶ حاشیہ ۱۸ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

کر بچھڑے کے ڈھانچے میں ڈالی۔[1]

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہ بات پیش نظر رہے کہ سب سے پہلے اس قول (گھوڑی کے قدموں کے نشان سے مٹی لینا) کو ابو مسلم اصفہانی نے تسلیم نہیں کیا جو بہت بڑا معتزلی تھا پھر اس قول کا سہارا لیتے ہوئے مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں بھی یہی تحریر کر دیا کہ سامری نے موسیٰ علیہ السلام سے جھوٹ موٹ کہہ دیا تھا۔

مودودی صاحب کی یہ سوچ غلط ہے قرآن پاک نے اگرچہ واضح طور پر اس قول کو نقل بھی نہیں کیا لیکن رد بھی نہیں کیا اس لئے متقدمین حضرات کی تفاسیر کو چھوڑ کر ایک معتزلی کی بات کو تسلیم کرنا بھی کوئی عقل و دانش کا کام نہیں۔

آیت مبارکہ سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ اس آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ آثار صالحین وسیلۂ حیات ہوتے ہیں اس لئے وہ مٹی بچھڑے کی گویائی کا وسیلہ اور سبب بن گئی۔

۲۔ بزرگوں کے قدم مبارک سے لگنے والی چیز باعث شفا بن جاتی ہے جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کی برکت سے جاری ہونے والے آب زمزم سے بیماروں کو شفا ملتی ہے۔

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۱۱ ص ۲۳۹

3۔ بزرگ جس جانور پر سوار ہوں اس کے قدم سے بھی مردہ چیز کو حیات مل جاتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدم زمین کو چھوتے تو اس جگہ سبزہ اُگ آتا ہے۔

4۔ جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدموں کے نشانات آثار صالحین کی واضح دلیل ہیں اور آثار صالحین سے جب کافر سامری کو فائدہ ہو سکتا ہے تو ایک مسلمان کو آثار مبارکہ سے بدرجہ اولیٰ فائدہ ہو سکتا ہے۔

☆☆..................☆☆

حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام کے حجرے کے پاس دُعا مانگنا

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝[1]

اور زکریا (علیہ السلام) کو اس کا کفیل بنایا جب بھی زکریا علیہ السلام اس کے پاس اس کی عبادت کے حجرے میں داخل ہوتے تو اس کے پاس تازہ رزق (موجود) پاتے انہوں نے کہا اے مریم! تمہارے پاس یہ (رزق) کہاں سے آیا؟ مریم نے کہا یہ (رزق) اللہ کے پاس سے آیا ہے بے شک وہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے

نوٹ: اس سے متصل اگلی آیت میں قرآن مجید نے اس مقام پر حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا کا ذکر کیا۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً

اس جگہ زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دُعا کی کہا اے میرے

۱۔ آل عمران ۳۔۳۷

طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝[۱] — رب! مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما' بے شک تو ہی دُعا سننے والا ہے۔

تفسیر:۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو فرمایا جو ذات پاک مریم علیہا السلام کو بے وقت' بے فصل (بے موسمے) اور بلا سبب میوے(پھل) عطاء فرمانے پر قادر ہے وہ بلاشک اس پر بھی قادر ہے کہ میری بانجھ بی بی کو نئی تندرستی دے اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں انقطاع امید (اولاد کی امید ختم ہونے) کے بعد فرزند عطا فرمائے۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی جس کا تذکرہ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ والی آیت مبارکہ میں ہے۔

یعنی محراب بیت المقدس میں دروازے بند کر کے حضرت زکریا علیہ السلام نے دُعا کی حضرت زکریا علیہ السلام بڑے زبردست عالم تھے بارگاہ الٰہی میں قربانیاں پیش کرنے کی خدمت آپ ہی کے سپرد تھی اور مسجد شریف میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ جب آپ محراب میں مشغول عبادت تھے اور باہر آدمی دخول(داخل ہونے) کی اجازت کے منتظر تھے اچانک آپ نے ایک سفید پوش جوان دیکھا یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے انہوں نے آپ کو فرزند (بیٹے) کی بشارت دی جو اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى والی آیت میں ہے۔[۲]

۱۔ آل عمران ۳:۳۸ — ۲۔ تفسیر ابوالحسنات بآیات بینات ج(۱)' صہ ۵۱۹ مطبوعہ مرکزی دارالتبلیغ مکتبہ حسنات اکبری گیٹ لاہور از علامہ ابوالحسنات سید احمد قادری نور اللہ مرقدہ

اس دُعا کے وقت حضرت مریم نو عمر تھیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش سے صرف چھ ماہ قبل (پہلے) ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰۤـئِکَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیۡ فِی الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحۡیٰی "تو فرشتوں نے اسے ندا دی اور وہ (زکریا) اپنی نماز کی جگہ نماز پڑھ رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے

ایک غلط استدلال کا ازالہ

بعض علماء اس آیت میں یہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے پاس جا کر دُعا کی تو ان کی یہ دُعا قبول ہوئی اور ان کے ہاں اولاد ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ دُعا کی قبولیت کے لئے ولی کی بارگاہ میں جانا پڑتا ہے اور جب نبی کے لئے بھی ولی کے پاس جائے بغیر چارہ نہیں تو عام آدمیوں کا کیا ذکر ہے اور اس آیت سے وہ نبی پر ولی کی فضیلت ثابت کرتے ہیں اور یہ فکر محض گمراہی ہے حضرت زکریا علیہ السلام کا دُعا کرنا محض اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے حضرت مریم کے پاس بے موسے پھل دیکھے اور تب ان کا ذہن اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ میرا رب جب بے موسم کے پھل دے سکتا ہے تو بے موسم کی اولاد بھی دے سکتا ہے۔[1]

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں ذہن میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام جب بھی سیدہ مریم علیہا السلام کے حجرے میں ان کی خبر گیری کے

ا۔ تبیان القرآن ص ۱۴۶/۲

لئے تشریف لے جاتے تو وہاں مختلف اقسام کے بے موسمے پھل پاتے ایک دن دُعا کا خیال آ گیا کہ جو کریم رب بے موسمے پھل عطا کر سکتا ہے وہ بڑھاپے میں اولاد دینے پر بھی قادر ہے اور یہ خیال آتے ہی وہیں کھڑے کھڑے دُعا کر دی۔ کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ دُعا اللہ تعالیٰ سے تھی اس میں مقام دُعا کا کوئی دخل نہیں لیکن اسے عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی اور اس مقام پر چند سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں۔

١۔ کیا زکریا علیہ السلام نے پہلے کبھی دُعا نہ مانگی تھی؟

٢۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا کو اب ہی کیوں شرف قبولیت سے نوازا گیا؟

٣۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس جگہ پر کھڑے ہو کر دُعا کیوں فرمائی، اس میں کیا وجہ فضیلت تھی؟

٤۔ قرآن نے صرف اس مقام پر دُعا کا ذکر خصوصی طور پر کیوں کیا؟

یہاں قرآن مجید نے خود اس غلط فہمی کا ازالہ ''ھنالك'' کہہ کر کر دیا آیت کریمہ کے الفاظ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا معمول تھا کہ آپ پچھلی رات شب بیداری فرمایا کرتے اپنے معمول کے مطابق اس دن بھی آپ نماز میں مشغول ہوئے لیکن دُعا کے لئے خصوصی طور پر حجرے کا انتخاب کیا اگر آپ نے اتفاقاً وہاں کھڑے کھڑے دُعا کی ہوتی تو لفظ ''ھنالك'' لانے کا کوئی فائدہ اور محل نہ ہوتا اور توسل بھی ثابت نہ ہوتا لیکن بدیہی طور پر محبوب مقام پر کھڑے ہو کر

دُعا کرنا قبولیت کا سبب ہے جیسا کہ زکریا علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے ستھرے بیٹے کی بشارت سنائی گئی۔

مذکورہ آیات سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ محراب بیت المقدس اور حضرت مریم علیہا السلام کا حجرہ آثار مبارکہ میں شامل ہے اور مقدس مقام ہیں ان سے برکت حاصل کرنا شرک و بدعت نہیں بلکہ مستحب ہے۔

۲۔ وہ دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں جو بزرگوں سے منقول ہوں کیونکہ ان الفاظ میں تاثیر ہوتی ہے زکریا علیہ السلام نے ان الفاظ سے دُعا مانگی جو ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہیں۔

۳۔ اولیاء اللہ کے قرب میں دُعا بہت جلدقبول ہوتی ہے جیسا کہ **هُنَالِكَ** سے معلوم ہوا کیونکہ زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ولیہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر دُعا مانگی۔امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں فلسطین سے چل کر امام ابوحنیفہ کی قبر پر بغداد شریف آتا ہوں اور دو رکعت پڑھ کر ان کی قبر شریف کے پاس دُعا مانگتا ہوں تو میری حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے (مقدمہ شامی فضائل ابوحنیفہ")

۴۔ نزول رحمت کے وقت دُعا مانگنا سنت انبیاء ہے دیکھو زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیھا السلام کے پاس بے موسے پھل

دیکھ کر دُعا کی حدیث شریف میں ہے کہ بارش کے وقت دُعا مانگو کہ یہ نزولِ رحمت کا وقت ہے۔

۵۔ اکیلے آدمی کو محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ سے معلوم ہوا حدیث شریف میں جو ممانعت ہے وہ جب ہے کہ امام محراب میں ہو اور قوم باہر۔

۶۔ مسجدوں میں محراب بنانا جائز ہے بلکہ سنت انبیاء ہے کہ زکریا علیہ السلام کے زمانہ میں بیت المقدس میں محراب تھا۔

۷۔ انبیائے کرام کی نعت بیان کرنا سنت الٰہیہ ہے پچھلے صفحہ پر جو آیت مذکورہ ہے اس کے اگلے حصے پر جو یہاں تحریر نہیں کی گئی اس میں اللہ تعالیٰ نے یحیٰی علیہ السلام کی پانچ صفتیں بیان کیں۔ مصدق۔ سیّد۔ حضور۔ نبی اور من الصّٰلِحِيْنَ

۸۔ نماز میں فرشتوں کی بات سننا اور ان سے کلام کرنا، یارب سے عرض معروض کرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا جس کلام سے نماز فاسد ہوتی ہے وہ لوگوں سے کلام ہے دیکھو زکریا علیہ السلام کو ملائکہ نے بحالت نماز میں ہی پکارا اور آپ نے نماز ہی میں جواب دیا بلکہ حاشیہ بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام کرنا بھی نماز کو فاسد نہیں کرتا ہے التحیات میں پڑھا جاتا ہے۔ السلام علیک ایھا النبی حالانکہ کسی کو سلام کرنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

۹۔ غیر خدا کو سیّد کہہ سکتے ہیں سیّد وہ جس کی اطاعت واجب ہو رب تعالیٰ نے یحیٰی علیہ السلام کو سیّد فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے سعد ابن معاذ کو انصار کا سیّد اور عمرابن جموح کو بنی سلمہ کا سیّد اور امام حسن کو سب کا سیّد فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ہاں بے دینوں اور منافقوں کو سیّد کہنا منع ہے جس حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے اس کا یہ ہی مطلب ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لا تقولوا للمنافق سیدًا منافق کو سیّد نہ کہو (احکام القرآن) لہٰذا روافضی، دیو بندی، قادیانی، سیّد تو کیا مسلمان ہی نہیں۔

☆☆.................☆☆

اولیاء کرام کے مزارات کے قریب مساجد کی تعمیر

سورہ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا[۱]

ان (ایمان والوں) نے کہا جنہیں ان کے معاملہ پر غلبہ حاصل تھا کہ ہم ان (کے دروازے) پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے (تاکہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں اور ان کی قربت سے خصوصی برکت حاصل کریں)

تفسیر:۔

اصحاب کہف جب ۳۰۹ سال کے بعد بیدار ہوئے اور پھر کچھ عرصہ بعد طبعی وفات پائی تو لوگوں میں اختلاف ہوا بعض کی رائے یہ تھی کہ غار کے دروازے پر دیوار بنا کر اس کا منہ بند کر دیا جائے اور بعض جو ان میں صاحب اقتدار و اختیار تھے ان کی رائے یہ تھی کہ ان کے قرب میں ایک مسجد تعمیر کر دی جائے تاکہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں

۱۔ الکہف ۲۱:۱۸

اور ان کی قرابت سے خصوصی برکت حاصل کریں اس طرح اصحاب کہف کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے گی۔

اور تفسیر جلالین میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:۔

حولهم یصلی فیه وفعل ذلك علی باب الكهف[1]	(ان ایمان والوں نے کہا) ہم اس کے گرد ضرور (مسجد بنائیں گے) تاکہ لوگ اس میں نماز پڑھیں اور اسی طرح اصحاب کہف کے دروازہ پر کیا گیا۔
اتفق رائم علی یبنوا علیهم مسجدا فجعلوا یستغفرون لهم ویدعون لهم[2]	تمام کی رائے یہی تھی کہ وہاں مسجد بنائی جائے پس وہ ان سے بخشش چاہیں اور ان کی طرف ان کو بلایا جائے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیہ کریمہ کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں۔

هذه الاية تدل علی جواز بناء المسجد لیصلی فیه عند مقابر اولیاء الله قصداً للتبرك بهم[3]	یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات کے قریب ان سے تبرک حاصل کرنے کے لئے مسجد بنانا تاکہ اس میں نماز پڑھی جائے، جائز ہے

۱۔ تفسیر جلالین ص۲۴۳، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۔ تفسیر جلالین حاشیہ نمبر ۸ کے آخر میں
۳۔ تفسیر مظہری۔ ۶:۲۳

اس ضمن میں آپ بعض لوگوں کا موقف جو حدیث رسول اللہ ﷺ کا غلط معنی بیان کر کے ذہنوں میں تشکیک پیدا کرتے ہیں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ومعنی اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد انهم یسجدون الی القبور کما هو صریح فی حدیث ابی مرثد الغنوی قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ولا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها (الصحیح المسلم '١/٣١٢)

اسکے بعد قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ جن احادیث میں مسجد بنانے کی ممانعت آئی ہے وہاں مراد یہ ہے کہ قبروں کی طرف سجدہ نہ کیا جائے۔

ترجمہ:۔

یعنی ابومرثد غنوی سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔[1]

مزارات اولیاء:۔

جہاں ہر وقت تلاوتِ قرآن حکیم اور ذکر الٰہی کی ایمان افروز آوازیں بلند ہوتی رہتی ہیں.......... جب کوئی شخص عبادت و ریاضت میں مشغول ہو کر اولیاء اللہ کے توسل اور قرب سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتا ہے تو رب اپنے ان مقبول بندون کے توسل و قرابت سے مانگی ہوئی دُعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔

☆☆..................☆☆

١۔ تفسیر مظہری۔ ٦:٢٤

آثار و تبرکات سے فائدے کا مستحق کون؟

گذشتہ صفحات میں ہم نے انبیاء کرام، تبرکات انبیاء کرام، صالحین اور آثار صالحین کے حوالے سے قرآن و سنت سے یہ بات ثابت کی کہ ان سے توسل و تبرک حاصل کرنا نہ صرف جائز بلکہ عین منشاء خدا و رسول ہے دین و ایمان کا تقاضا ہے اور اس سے کوئی صحیح العقیدہ مسلمان انحراف کا تصور بھی نہیں کر سکتا اب ہم اس بحث کو سمیٹتے ہوئے قرآن مجید سے ثابت کریں گے کہ اس آثار و تبرکات سے فائدہ اٹھانے کا حق دار کون ہے؟

اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہے کہ آثار مبارکہ کا نفع مسلمان کے ساتھ ساتھ کافر کو بھی اس کے درجہ کے مطابق ہوتا ہے حتیٰ کہ اولیاء کاملین کے وسیلہ اور آثار مبارکہ کا فائدہ انسان تو درکنار حیوانات کو بھی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اصحاف کہف کے کتے نے ان کے آثار مبارکہ اور وسیلے سے نفع پایا۔ اللہ تعالیٰ کریم نے اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ [1]

اور ان کا کتا (ان کی) چوکھٹ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے (بیٹھا) ہے

[1] الکہف، ۱۸:۸

۳۰۹ سال تک اصحاب کہف کو زندہ رکھنے میں یہ حکمت الٰہی کار فرما تھی کہ انہیں آنے والی نسلِ انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی بنایا جائے مگر اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اتنا ہی عرصہ ان کا کتا ان کے دروازے پر ان کی برکت سے ۳۰۹ سال تک بغیر کھائے پیئے زندہ بیٹھا رہا۔ اگر کسی اور کا کتا ہوتا تو شاید بہت تھوڑا عرصہ بھی زندہ نہ رہتا اور بغیر کھائے' پیئے تھوڑے ہی عرصہ میں مر جاتا۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ وہ کتا ان کا ذاتی بھی نہ تھا بلکہ ان کے نان بائی کا تھا جب وہ چلے تو کتا بھی ان کے ساتھ چل پڑا اور ان مقربین کی سنگت نہ چھوڑنے کی وجہ سے قرآن مجید نے بھی اس کے بیٹھنے' اٹھنے کا ذکر کیا ہے سوال یہ ہے کہ کتا تو ایسے ہی بیٹھتا ہے پھر کون سی ایسی بات ہے جو کلام الٰہی کا موضوع بنی اور اس کے بیٹھنے اور اٹھنے پر قرآن حکیم میں آیات ربانی اتریں؟ یہ سارا کچھ اسلیئے کہ کتے نے اللہ تعالیٰ کے مقبول اولیاء و صلحاء کی سنگت نہیں چھوڑی اور وفادار بن کر دروازے پر بیٹھا رہا ان کی اس سنگت نے نہ صرف اس کو تین سو نو سال تک زندہ رکھا بلکہ اسے عام کتوں سے بھی ممتاز کر دیا ان اولیاء کی وجہ سے قرآن حکیم میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقبول بندوں کا ذکر کیا ہے؟ ان کے ساتھ ساتھ اس کتے کا بھی ذکر کیا ہے۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ (اب) کچھ لوگ کہیں گے:
وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ (اصحاب کہف) تین تھے' ان میں

كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۱

میں سے چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض لوگ کہیں گے، پانچ تھے ان میں چھٹا ان کا کتا تھا یہ بن دیکھے اندازے ہیں اور بعض کہیں گے (وہ) سات تھے اور ان میں سے آٹھواں ان کا کتا تھا

آیات سے حاصل ہونے والے فوائد

اصحاب کہف کے متعلق پچھلے صفحات میں جتنی آیات مذکور ہیں ان کے چند فوائد۔

1۔ اصحاب کہف جس غار میں تشریف فرما تھے وہ آثار مبارکہ کی واضح دلیل ہے اور ان کی وفات کے بعد وہاں مسجد بنانا اس لیے کہ لوگ وہاں نماز پڑھیں اور برکت حاصل کریں یہ شرک و بدعت اور ناجائز نہیں بلکہ عین قرآن مجید کے مطابق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجد بنانا اہل ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوار میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصول برکت کے لئے جایا کرتے ہیں اور اسی لیے قبروں کی زیارت سنت اور موجب

۱۔ الکہف ۲۲:۱۸

ثواب ہے مشکوۃ شریف باب زیارت قبور میں حدیث ہے کہ جمعہ کے دن جو شخص اپنے والدین دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی سنگت اختیار کرنے سے انسان خدا کا مقبول بندہ ہو جاتا ہے انسان تو درکنار جانور بھی اللہ تعالیٰ کو اچھے لگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی سنگت اختیار کرتے ہیں جیسے اصحاب کہف کا کتا۔ جس نے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اصحاب کہف کی سنگت کو نہ چھوڑا۔ اس کا یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ جہاں اس نے مقربین کا ذکر کیا وہاں کتے کی وفاداری کا بھی ذکر کیا۔

اصحاب کہف کے کتے کی نشست و برخاست کا تذکرہ قرآن میں آسکتا ہے تو ایک صحیح العقیدہ مسلمان اگر اپنی دُعا کی قبولیت کی امید بڑھانے کے لئے اس کے برگزیدہ نبی اور مقرب بندے یا ان سے منسوب کسی متبرک چیز کا وسیلہ پیش کرے یا کسی متبرک مقام پر جا کر دُعا کرے یا اولیاء وصلحاء کی صحبت میں آجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی معرفت سے کیسے محروم ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندے تو رب کی معرفت سے آشنا کرنے اور اس کی رضا کی راہ دکھانے کے حوالے سے وسیلہ ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان بطریق اولیٰ متبرک مقام سے حصولِ نفع کا حقیقی مستحق ہے۔

☆☆..............☆☆

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کا روشن ہونا

سورۃ یوسف میں ارشاد الٰہی ہے۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ[1] (حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا): میری یہ قمیض لے جاؤ، سو اسے میرے باپ (حضرت یعقوب) کے چہرے پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے

اسکے بعد کے واقعہ کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ[2] پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا اس نے وہ (قمیض یعقوب) کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی

تفسیر:۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف

۱۔ یوسف، ۱۲: ۹۳

۲۔ ایضاً، ۱۲: ۹۶

کو پہچان لیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے اپنے باپ کا حال پوچھا بھائیوں نے بتایا کہ ان کی بینائی جاتی رہی ہے، تب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اپنی قمیض دی اور کہا یہ قمیض میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد رازی کا بیان:۔

مطلب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کی قمیضوں میں سے ایک قمیض پہنائی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ قمیض حضرت اسحٰق کو پہنائی اور حضرت اسحاق نے وہ قمیض حضرت یعقوب کو پہنائی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہ قمیض حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنائی، پھر انہوں نے اس قمیض کو لپیٹ کر ایک چاندی کی نلکی میں رکھا اور اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا جس وقت حضرت یوسف کو کنویں میں ڈالا گیا اور جب ان کو قید میں رکھا گیا اور جس وقت ان کے پاس ان کے بھائی آئے ان تمام اوقات میں وہ نلکی ان کے گلے میں تھی اور اس وقت حضرت یوسف نے اس نلکی سے وہ قمیض نکال کر بھائیوں کے حوالے کی اور کہا میری اس قمیض کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ ابھی وہ قمیض فلسطین کے علاقہ کنعان میں تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے یہودا نے کہا: پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس میں خون آلودہ قمیض لے کر گیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ

یوسف کو بھیڑیئے نے کھالیا اب اس قمیض کو بھی میں لے کر جاؤں گا اور یہ بتاؤں گا کہ یوسف زندہ ہیں جس طرح پہلے میں نے ان کو رنجیدہ کیا تھا اسی طرح اب میں جا کر ان کو خوشخبری دوں گا۔[1]

تفسیر ''خزآئن العرفان''

سید نعیم الدین مرادی علیہ الرحمۃ خزآئن العرفان میں لکھتے ہیں۔

(پوری تفسیر کی بجائے میں صرف اہم بات نقل کر رہا ہوں) حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جو ابراہیم علیہ السلام کا قمیض آیا تھا آپ نے اس کا تعویز بنا کر یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا تھا وہ (جبریل نے) کھول کر آپ کو پہنا دیا اس سے اندھیرے (کنوئیں) میں روشنی ہو گئی تھی۔

آیات سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ سبحان اللہ انبیاء علیہم السلام کے مبارک اجساد شریفہ میں کیا برکت ہے کہ ایک قمیض جو اس بابرکت بدن سے مس ہوا اس نے اندھیرے کنویں کو روشن کر دیا۔

۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملبوسات اور آثار مقبولانِ حق سے برکت حاصل کرنا شرع میں ثابت اور انبیاء کی سنت ہے۔

۳۔ اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس چیز کو انبیاء کرام و صلحاء عظام سے نسبت ہو جائے اس سے برکت و توسل کرنا

۱۔ تفسیر جلالین صہ ۱۹۸ حاشیہ نمبر ۴ اور ۱۲ تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ صہ ۲۱۹۶، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ متوفی ۳۲۷ھ

توحید کے منافی نہیں۔ کیونکہ قمیض کو بھیجنے والے بھی نبی علیہ السلام اس کی برکت اور وسیلہ سے فائدہ اٹھانے والے بھی نبی علیہ السلام ہیں اور اس واقعہ کو بیان کرنے والا ماحیِ شرک یعنی قرآن ہے۔

۴۔ جَآءَ الْبَشِيْرُ کے اعتبار سے یہ برکت و توسل اگرچہ ظاہراً تبرک و توسل لغیر النبی ہے لیکن فی الحقیقت یہ تبرک و توسل بآثار النبی ہے۔

۵۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر قمیض ڈالتے وقت بشارت دینے والے نے زبان سے کچھ نہ کہا لہٰذا قمیض کی برکت سے بینائی کا لوٹ آنا تبرک نفسی ہے۔

۶۔ غیر نبی سے بھی برکت حاصل کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور سنت انبیاء علیہم السلام کو شرک و بدعت قرار دینا انبیاء علیہم السلام سے بغض و عناد اور نادانی و کم فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ دو جلیل القدر انبیاء کرام حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا تبرک اور بوسیلہ پکڑنے کی سنت بیان ہو رہی ہے اتنی بڑی صریح دلیل کی موجودگی میں کوئی مسلمان، انبیاء کرام و صلحاء عظام کے آثار و تبرکات سے مستفید ہونے کے عقیدہ سے انکار کی جسارت نہیں کر سکتا۔

۷۔ جب پیغمبر کی قمیض سے توسل و تبرک امر جائز ہے تو اس سے توسل و تبرک بآثار الانبیاء اور توسل و تبرک بالصالحین کا عقیدہ

بھی ازخود ثابت ہو جاتا ہے۔

۸۔ انبیاء کرام و اولیاء عظام کے تبرکات اور مقدس مقامات اللہ تعالیٰ کی قدرت وشان کی واضح دلیل ہیں۔ یہ عظمتیں اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ ہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے تبرکات و آثار میں یہ کمالات رکھتا ہے تو یہ شرک و بدعت کیسے ہوئے۔

☆☆..................☆☆

نیک لوگوں کے ساتھ خاتمہ کی دُعا کرنا اور گناہوں کی بخشش چاہنا

فرمان خداوندی:۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ‌ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ۝ۚ[1]

اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک منادی کو ایمان کی ندا کرتے ہوئے سنا کہ (اے لوگو) تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ سو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔

تفسیر:۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ جن لوگوں نے کہا ہم ایمان لے آئے وہ تو پہلے ہی مسلمان تھے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ انہوں نے کہا ہم ایمان لے آئے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں منادی سے مراد یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یا اس سے مراد قرآن کریم ہے اس سے

ا۔ ال عمران۔ ۳:۱۹۳

پہلی آیتوں میں ذکر کیا تھا کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ اے اللہ تعالیٰ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا' اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان اپنی دُعا کی قبولیت کے لئے اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنا رہے ہیں کہ ہم نبی ﷺ یا قرآن مجید کی دعوت پر فوراً ایمان لے آئے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ وہ پہلے سے مسلمان تھے لیکن انسانی کمزوریوں کی وجہ سے جو خطائیں اور تقصیریں ہو جاتی ہیں ان کی بناء پر انہوں نے اپنے ایمان کو بہ منزلہ عدم ایمان قرار دے کر کہا کہ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے اس آیت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ''تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے'' یہ ظاہر گناہوں کو بخشنے اور خطاؤں کے مٹانے کا ایک ہی معنی ہے اور ان جملوں کا ذکر کرنا تکرار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرا جملہ تاکید کے طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ دُعا میں سائل گڑگڑا کر دُعا کرتا ہے اور اپنے مطلوب کا بار بار ذکر کرتا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ پچھلے جملہ سے مراد پچھلے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے اور دوسرے جملہ سے اس کے بعد ہونے والے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ پہلے جملہ سے مراد یہ ہے کہ توبہ سے ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور دوسرے جملہ سے مراد یہ ہے کہ ہماری نیکیوں سے ہماری برائیوں کو مٹا دے اور چوتھا جواب یہ ہے کہ پہلے جملہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو علم کے باوجود کیے اور دوسرے سے مراد وہ گناہ ہیں جو جہالت سے کئے۔

صالحین کے جوار اور قرب میں مدفون ہونے کی کوشش کرنا

اس کے بعد انہوں نے دُعا کی اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جب ہمیں موت آئے تو ہمارا عقیدہ نیک لوگوں کے مطابق ہو اور ہمارے اعمال نیک لوگوں کے اعمال

کے مطابق ہوں اور اس کا دوسرا عمل یہ ہے کہ ہمیں اس جگہ دفن کیا جائے جہاں نیک لوگوں کی قبریں ہوں اور نیک لوگوں کی معیت میں ہمیں موت آئے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا جب وہ ان کے پاس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے ایک تھپڑ مارا اس نے جا کر اپنے رب سے کہا تو نے مجھے ایسے بندہ کی طرف بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ (ہی) نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا جاؤ ان سے کہو کہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پشت کے اوپر رکھ دیں ان کے ہاتھ کے نیچے اس کے جتنے بال آئیں گے اتنے سال اس کی عمر کر دی جائے گی انہوں نے کہا: اے رب! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا موت، حضرت موسیٰ نے کہا تو پھر ابھی آجائے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی وہ ان کو بیت المقدس سے اتنی دور کر دے جتنی دور ایک پتھر پھینکنے سے جاتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو تمہیں راستہ کی ایک جانب کثیب احمر کے پاس ان کی قبر دکھاتا۔[2]

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں۔

علامہ عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مبارک مقامات پر صالحین کی

۱۔ تبیان القرآن ص ۵۲۴/۲ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔ مجدد عصر مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی صاحب حفظہ اللہ

۲۔ صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۲۲۶_۱۳۳۹ صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۳۷۲۔ سنن نسائی ۱۱۳/۴

قبروں کے پاس میت کو دفن کرنا مستحب ہے۔[1]

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ کا بیان،

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حرمین طیبین، انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور اولیاء اور شہداء کی قبروں کے پاس دفن کرنا تا کہ ان کے جوار سے برکتیں حاصل ہوں اور ان پر جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں ان کے بقیہ آثار ان پر نازل ہوں یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتداء کی وجہ سے مستحب ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دُعا اسی لیے کی تھی کہ ان کو ان انبیاء علیہ السلام کا قرب مطلوب تھا جو بیت المقدس میں مدفون ہیں۔ قاضی عیاض مالکی کی بھی یہی تحقیق ہے۔[2]

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے جوار میں دفن ہونا اس لیے پسند کیا تھا تا کہ آپ کو اس جگہ کی برکتیں حاصل ہوں اور جو صالحین وہاں مدفون ہیں ان کے قرب کی وجہ سے آپ کو فضیلت حاصل ہو اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مبارک جگہوں اور صالحین کی قبروں کے پاس دفن ہونے میں رغبت کرنا چاہیے۔[3]

۱۔ عمدۃ القاری ص ۱۵۰ ج ۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ از تبیان القرآن

۲۔ فتح الباری ص ۲۰۶ ج ۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

۳۔ اکمال اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ از تبیان القرآن

تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اِقْبِضْ اَرْوَاحَنَا عَلَى الْاِيْمَانِ وَاجْمَعْنَا مَعَ اَرْوَاحِ النَّبِيِّيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ ۱	(اے اللہ) تو ہماری روحوں کو قبض کر ایمان پر اور ہمیں انبیاء کرام اور صالحین کی ارواح کی ساتھ جمع فرمایا

آیت اور تفسیر سے معلوم ہونے والے فوائد

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے داعی مطلق ہیں جس کا خدا تعالیٰ رب ہے اس کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول ہیں' داعی ہیں جیسا کہ مُنَادِيًا کے اطلاق سے معلوم ہوا رب کریم نے فرمایا **لیکون للعلمین نذیراً**۔

۲۔ وہ ہی ایمان معتبر ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت سے ہو آپ کا منکر اگرچہ تمام ایمانیات کو مانے پھر بھی کافر ہے جیسا کہ **فاٰمنّا** کی (ف) سے معلوم ہوا۔

۳۔ اپنے ایمان کے توسل سے دُعا کرنا چاہیے جیسا کہ **فَاغْفِرْ لَنَا** کی (ف) سے معلوم ہوا جب ہمارا ایمان وسیلہ بن سکتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یقیناً وسیلہ اعلیٰ ہیں۔

۴۔ دُعا سب مسلمانوں کے لئے کرنی چاہیے صرف اپنے لئے ہی نہ

۱۔ تفسیر ابن عباس صہ ۸۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ — تفسیر جلالین صہ ۶۹ قدیمی کتب خانہ

کرے جیسا کہ فَاغْفِرْ لَنَا میں (نا) سے معلوم ہوا۔

۵۔ نیک لوگوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جو تمام نعمتوں سے اعلیٰ ہے جیسا کہ مَعَ الْاَبْرَارِ سے معلوم ہوا لکڑی کے سہارے لوہا بھی تیر جاتا ہے۔

۶۔ ہر شخص خواہ کتنا ہی نیک ہو اپنے استقامت اور حسنِ خاتمہ کی دُعا ہمیشہ کیا کرے اس سے غافل نہ رہے جیسا کہ وَتَوَفَّنَا سے معلوم ہوا تمام اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے

۷۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا ساتھ دینا اور آخرت دونوں میں مانگنا چاہیے جیسا کہ مَعَ الْاَبْرَار اور تفسیر سے معلوم ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جس جگہ موجود ہوں وہاں برکت و رحمت کا نزول ہوتا ہے اسی لیے بندہ مومن کو ان مقدس و متبرک جگہوں سے استفاد کرنا چاہیے۔

☆☆..................☆☆

مقدس وادی کا ادب و احترام

اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ج اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی [۱]

بلاشبہ میں تیرا رب ہوں بس تو اتار دے اپنے جوتے' بے شک تو طویٰ کی مقدس وادی میں ہے

تفسیر:۔

اچانک ندا آئی (اے موسیٰ) یہ جسے تم آگ سمجھ رہے ہو یہ آگ نہیں بلکہ میں ہوں تیرا رب تم اب بارگاہ رب ذوالجلال میں حاضر ہو' یہ طویٰ کی مقدس وادی ہے ادب و احترام کا تقاضا ہے کہ جوتے اتار دو نیز اس وادی کی خاک پاک تیرے پاؤں کے تلوؤں کو لگ جائے اور وہ بابرکت ہو جائیں۔

بندے اور اس کے مولیٰ کے درمیان جو غیر متناہی بُعد اور دوری ہے وہ بندے کی کاوش سے کب طے ہو سکتی ہے انسان کی برق رفتاری جب تھک ہار کر رہ جاتی ہے تو سب مسافتیں سمٹ کر رہ جاتی ہیں اور چشم زدن میں انسان شاید حقیقی جلووں سے لطف اندوز ہونے لگتا ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام کا ارشاد ہے کہ قلب کا اصل مقام عرش پر ہے اگر انسان اپنی عبادت و ریاضت سے وہاں پہنچنا چاہے تو اسے پچاس ہزار سال سے

۱۔ طٰہٰ ۱۲

زیادہ عرصہ درکار ہے (اور کون ایسا ہے جس کو اتنی عمر ملی ہو) لیکن مرشد کامل کے جذب اور اس کی توجہ سے نگاہ قدرت سالک کو چن لیتی ہے اور وہ قلیل عرصہ میں وہاں تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

لکن ذلك العروج انما يحصل بجذب الشيخ على سبيل الاجتباء وقال العارف الرومی قدس سره

سیر زاہد ہر شے یک روزہ رہ۔
سیر عارف ہر دے تا تخت شاہ

یعنی حریم ذات کی بلندیوں تک رسائی اور عروج اپنے شیخ کی توجہ اور جذب سے نصیب ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ نگاہ رحمت اسے چن لیتی ہے اور اسے واصل بحق کر دیتی ہے عارف رومی فرماتے ہیں۔

کہ زاہد تو ایک رات میں ایک دن کی مسافت ہی طے کرتا ہے لیکن عارف کی سیر ہر آن بادشاہ حقیقی کے تخت تک ہوتی ہے۔[1]

تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔

(نُوْدِیَ یٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ) وکانت نعلاہ من جلد حمار میت — آپ کے نعلین مردہ گدھے کے چمڑے کے تھے

(اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ) المطھر — بے شک (اے موسیٰ) آپ پاک وادی میں تھے

ا۔ ضیاء القرآن ۳/۱۰۶۔ پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمۃ

(طوىً) اسم الوادی ویقال قدطوته الانبیاء قبلك و یقال طوی بئر قدطویت بالصخر فی ذلك الوادی للذی کانت فیه الشجرة[1]

طویٰ ایک وادی کا نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے اس کو (اپنے مبارک قدموں) سے رونده ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ کنواں تھا جس وادی کے صحرا کو رونده گیا ہے اس میں ایک درخت تھا

تفسیر جلالین

صاحب تفسیر جلالین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:۔

(بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ) المطهر والمبارك

وادی مقدس سے مراد وہ پاک اور برکت والی (وادی) ہے

اور (فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ) اس کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ نمبر ۱۱ میں لکھا۔

آه امره بذلك لان الحفوة تواضع وادب ولذلك طاف السلف حافين و قیل لنجاسته نعلیه فانهما کانا من جلد حمار

عاجزی اور ادب اس لیے سکھایا کہ اس جگہ (وادی) کو اسلاف نے ننگے پاؤں کے ساتھ رونده تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ

[1] تفسیر ابن عباس صہ ۳۴۸۔ قدیمی کتب خانہ کراچی سورۂ طہٰ آیت نمبر ۱۲

غیر مذبوغ و قیل معناه فرغ قلبك من الاهل والمال (بیضاوی)[1]	السلام) کے نعلین گدھے کی جلد (چمڑے) کے بنے ہوئے تھے اور ان کو دباغت نہیں دی گئی تھی وہ دونوں نعلیں نجس تھے (اس لیے نعلین اتارنے کا حکم دیا تھا) اور اس کے معنی میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کا دل مبارک اہل اور مال کے ارادہ سے خالی ہو گیا تھا

طوی:۔

اسم واد بالشام وامر نخلع النعلین لان الحفوة ادخل التواضع وحسن الادب[2]	طوی شام میں ایک وادی کا نام ہے جس میں (موسیٰ علیہ السلام) کو نعلین اتارنے کا حکم دیا تھا اور عاجزی اور حسن ادب کے ساتھ (اس وادی) میں داخل ہونے کا طریقہ سکھایا

آیت اور تفسیر سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ اس آیت سے یہ فائدہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں تواضع اور بقعہ معظمہ کا احترام اور وادی مقدس کی خاک سے حصول برکت کا

۱۔ تفسیر جلالین صہ۲٦۱ سورہ طہ۔ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۔ جلالین صہ۲٦۱ سورہ طہ۔ قدیمی کتب خانہ کراچی

موقع ملے تو ضرور حاصل کرنی چاہیے۔

۲۔ طوی ایک مقدس وادی ہے جس کا ذکر قرآن مجید نے کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ مقدس و متبرک مقامات کا ذکرکرنا جائز ہے۔

۳۔ مقدس و متبرک جگہوں پر جوتے پہن کر نہیں پھرنا چاہیے اور یہ تعلیم ہمیں قرآن حکیم دیتا ہے جیسا کہ طوی کی وادی پر جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم دیا گیا۔

۴۔ مقدس و متبرک مقامات پر نجس چیزوں کو پھینکنا نہیں چاہیے اور نہ ہی ناپاک اشیاء کو لے کر وہاں جانا چاہیے جیسا کہ تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے۔

۵۔ مقدس و متبرک جگہوں کا ادب و احترام کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت مبارکہ ہے۔

☆☆..................☆☆

آثار مبارکہ کی قسم اللہ بھی اٹھاتا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ○[1] مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو

تفسیر جلالین:۔

صاحب تفسیر جلالین فرماتے ہیں مذکورہ بالا آیت میں (لَآ) زائدہ ہے اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ (مکہ) جس شہر کی قسم کھائی جارہی ہے وہ مکہ معظمہ ہے۔

(وَاَنْتَ) یامحمد ﷺ (حِلٌّۢ) حلال (بِھٰذَا الْبَلَدِ)

اے محبوب (محمد ﷺ) (تم اس میں موجود) تفسیر جلالین کے حاشیہ نمبر ۲۱ میں لکھا ہوا ہے۔

مکہ معظمہ مہبط رحمت ہے اس میں تمام پھل آتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو حرم بنایا ہے امن والا اور لوگوں کے لئے ثواب کی جگہ یعنی مرکز اور اس کو دنیا کے لئے قبلہ بنایا ہے اس میں شکار کو حرام قرار دیا گیا ہے اور بیت المعمور کو اس کے برابر بنایا گیا ہے۔[2]

تفسیر روح البیان نبی پاک ﷺ کے قدم مبارک کی شرافت:۔

نبی پاک شہ لولاک ﷺ کے قدم مبارک جہاں پہنچے جیسے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ طیبہ وغیرہما اس مکان و جگہ کی حرمت و عظمت کی

۱۔ البلد ۹۰:۱۔۲ ۲۔ جلالین

محافظت کی جائے۔[۱]

علامہ فیض احمد اویسی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

تُرک بادشاہوں نے اس پر خوب عمل فرمایا حرمین طیبین میں نبی پاک ﷺ کی جملہ آثار و تبرکات کی خوب حفاظت کی لیکن جب سے نجدیوں نے وہاں قدم جمایا ہے تمام تبرکات کو مٹا دیا ہے۔

آیت سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ مکہ معظّمہ اسلام کا ایک عظیم قلعہ ہے جو کہ آثار مبارکہ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

۲۔ تمام امت مسلمہ اس شہر مبارک میں حج اور تبرکات کی زیارت کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرتی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کے سبب سے جگہوں کو عزت و عظمت ملتی ہے جیسا کہ مکہ معظّمہ کی قسم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے اٹھائی گئی ہے۔

۴۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا جن جگہوں پر انبیاء علیہم السلام کے قدم مبارک لگ جائیں وہ مقامات اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے لگتے ہیں جیسا کہ مکہ معظّمہ مدینہ طیبہ وغیرہ۔

☆☆..................☆☆

۱۔ روح البیان پارہ ۳۰۔ ۲۹ صہ ۸۲۶ مترجم۔ علامہ فیض احمد اویسی حفظہٗ اللہ مطبوعہ مکتبہ اویسیہ سیرانی روڈ بہاولپور

انبیاء کے مزارات اور اللہ تعالیٰ کی برکت

القرآن:۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۱

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد ہم نے برکت رکھی تا کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے

تفسیر:۔

اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو آپ اکثر علماء و اعظین حضرات سے سنتے ہیں اس جگہ واقعہ معراج تو بیان نہیں کیا جائے گا بلکہ آثار و تبرکات کے حوالہ سے اس میں بہت بڑی دلیل موجود ہے وہ یہ ہے کہ:۔

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ اس سے پہلے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کا ذکر ہوا ہے جو اسلامی شعائر کی عظیم دلیل ہے کیونکہ یہ دونوں مبارک مساجد ہیں ان کی فضیلت میں چند ایک احادیث درج ذیل ہیں۔

۱۔ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۱

حدیث:۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ دجال تمام روئے زمین میں گھومے گا سوائے چار مساجد کے، مسجد مکہ، مسجد مدینہ، مسجد اقصیٰ اور مسجد طور اور اس میں ایک نماز پڑھنے کا اجر پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔[1]

حدیث:۔

امام ابن ماجہ نے رسول اللہ ﷺ کی باندی حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے یا رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کے بارے میں بتائیں آپ نے ارشاد فرمایا اس جگہ حشر نشر ہوگا اس جگہ آکر نماز پڑھو کیونکہ اس جگہ ایک نماز پڑھنے کا اجر ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے۔[2]

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ ہم اس کے اردگرد برکت رکھدی ہے یعنی بیت المقدس کے اردگرد برکت رکھی ہے اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے۔

تفسیر خازن:۔

بیت المقدس کا اندر تو برکت والا تھا لیکن اردگرد برکت کا معنی یہ ہے کہ تفسیر خازن والے بزرگ لکھتے ہیں کہ بیت المقدس کے اردگرد انبیاء کرام کے مزارات تھے جس کو قرآن مجید برکت سے یاد کر رہا ہے۔[3]

۱۔ تفسیر تبیان القرآن ۶/۳۲۶ ۔ فرید بک سٹال لاہور۔ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

۲۔ تفسیر تبیان القرآن ص ۶/۳۲۶ محدث عصر مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

۳۔ تفسیر خازن پارہ نمبر ۱۵ کی تفسیر۔

عاشق الٰہی میرٹھی:۔

عاشق الٰہی میرٹھی نے قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے اور اس آیت میں بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بیت المقدس کے اردگرد برکت سے مراد انبیاء علیہم السلام کے مزارات تھے۔[1]

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی کا بیان:۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے جوار میں دفن ہونا اس لیے پسند کیا تھا تاکہ آپ کو اس جگہ کی برکتیں حاصل ہوں اور جو صالحین (انبیاء کرام) وہاں مدفون ہیں ان کے قرب کی وجہ سے آپ کو فضیلت حاصل ہوں۔

اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مبارک جگہوں اور صالحین کی قبروں کے پاس دفن ہونے کی رغبت کرنا چاہیے۔[2]

آیت و تفاسیر سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی پاکی بیان کرنی چاہیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اس میں ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کے مختصر حصہ میں اپنے محبوب ﷺ کو معراج کروائی۔

۱۔ ترجمہ قرآن بمعہ حاشیہ از عاشق الٰہی میرٹھی

۲۔ فتح المبین ۳/ ۲۷۰ مطبوعہ مرکز الکتب اسلامیہ لاہور

۳۔ اس میں آثار تک سیر کروانے کا ذکر ہے وہ آثار مبارکہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ شریف ہیں جو کہ انبیاء سابقین کا قبلہ اور مدفن ہیں۔ مسجد اقصیٰ کو بیت المقدس بھی کہتے ہیں۔ بیت المقدس کے قرب و جوار میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہیں۔

۴۔ جس جگہ اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندوں کے مزارات ہوں وہاں اللہ تعالیٰ اپنے رحمت و برکت کا نزول فرماتا ہے جیسا کہ الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ کی تفسیر سے معلوم ہو گیا۔

۵۔ جس جگہ پر انبیاء کرام اور صالحین عظام کے آستانے اور مزارات ہوتے ہیں ان کے قرب میں دفن ہونے کی خواہش کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے اللہ تعالیٰ کا ہر نبی شرک وبدعت کا قلع قمع کرنے آتا ہے نہ کہ شرک و بدعت کی تعلیم دینے کے لئے اگر انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے قرب میں دفن ہونے کی رغبت کرنا شرک و بدعت ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کبھی بھی ایسا نہ کرتے۔

۶۔ جہاں مقبولان خدا آرام فرما ہوں وہاں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور وہ جگہیں متبرک ہو جاتی ہیں مقدس مقامات پر جا کر عبادت کرنے سے ثواب بھی زیادہ ملتا ہے جیسا کہ تفسیر میں بیت المقدس اور حرم شریف میں نماز پڑھنے کا ثواب ذکر کیا گیا ہے۔

☆☆..........☆☆

مقدس و متبرک چیزوں کی اللہ تعالیٰ قسمیں اٹھاتا ہے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝[۱] انجیر اور زیتون کی قسم اور طور سینا کی قسم اور اس امن والے شہر کی قسم

تفسیر:۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ

اس سورت کا افتتاح چار چیزوں کی قسمیں کھا کر کیا جارہا ہے مقصد یہ ہے کہ قارئین ہمہ تن گوش بن کر اس سورت کو پڑھیں کیونکہ اس میں نہایت اہم مضامین بیان کیے جانے والے ہیں۔

تین اور زیتون سے کیا مراد ہے علمائے تفسیر کے اس میں متعدد اقوال ہیں۔

حضرت ابن عباس، حسن، مجاہد وغیرہم کا قول یہ ہے کہ تین سے مراد انجیر ہے اور زیتون سے مراد زیتون کا مشہور و معروف درخت ہے جس سے تیل نکالا جاتا ہے انجیر کا پھل اور زیتون کا درخت اور اس کا تیل بے شمار فوائد اور خوبیوں کے مالک ہیں اس لیے ان کی قسم کھائی حضرت ابن عباس سے یہ قول بھی مروی ہے کہ تین اس مسجد کا نام ہے

۱۔ التین ۹۵: ۳۔۲۔۱

جو نوح علیہ السلام نے جودی پہاڑ پر تعمیر کی تھی اور زیتون سے مراد بیت المقدس کی مسجد ہے۔ قتادہ کی رائے یہ ہے کہ تین اس پہاڑ کا نام ہے جس پر دمشق کا شہر آباد ہے اور زیتون اس پہاڑ کا نام ہے جس پر بیت المقدس کا شہر ہے ایک اور قول یہ بھی ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے ومنابت التین والذیتون یعنی وہ علاقے جو انجیر اور زیتون کی پیداوار کے لئے مخصوص ہیں، علامہ قرطبی کی رائے یہ ہے کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے بعض علمائے نے قتادہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

علامہ محمود آلوسی کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے آپ لکھتے ہیں۔

اقسام ببقاع مبارکة شریفة علی ماذهب الیه کثیر (روح المعانی) کہ یہاں مبارک مقامات کی قسمیں اٹھائی گئیں ہیں اکثر علماء کی یہی رائے ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ — اور قسم ہے طور سینا کی

وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا اس کا نام طور سینین ہے اسے طور سِینا اور طور سَینا بھی کہتے ہیں۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ — اور اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم

اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے مکہ مکرمہ کا شرف محتاج بیان نہیں اس کا سنگ بنیاد اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم اور ان کے فرزند جلیل حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے ا۔ پنے مبارک ہاتھوں سے رکھا

اس شہر کے پُر امن ہونے کی دُعا بھی آپ نے ہی مانگی (رب اجعل ھٰذا البلد امنا)۔ اس دُعا کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جس وقت سارا جزیرہ عرب غارت گری' خون ریزی اور لوٹ مار کا میدان بنا ہوا تھا اس وقت بھی مکہ مکرمہ فتنہ و فساد کی آگ سے محفوظ تھا۔ کسی کے باپ کا قاتل بھی اگر حرم میں پناہ لیتا تو اس کو کچھ نہ کہا جاتا۔ اگر جنگل میں کوئی چیتا' ہرن کو شکار کرنے کے لئے اس کے تعاقب میں دوڑتا اور ہرن' حدود حرم میں داخل ہو جاتا تو چیتا اس کا پیچھا چھوڑ کر واپس چلا جاتا۔ یہاں کے درختوں اور گھاس وغیرہ کو بھی کوئی نہیں کاٹتا تھا۔

کعبہ مقدسہ کی تعمیر سے اس شہر کو مزید شرف نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خطہ پر مزید کرم یہ فرمایا کہ اسے اپنے محبوب ﷺ کی جائے ولادت بنایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا اعلان بھی یہیں سے کیا جس کے باعث مکہ کی عظمت کو چار چاند لگ گئے۔

طور کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسبت کی وجہ سے عزت نصیب ہوئی یہیں آپ کو پیغمبری ملی' یہیں شرف ہم کلامی سے مشرف ہوئے' یہیں الواحِ تورات مرحمت ہوئیں۔ دمشق حضرت مسیح علیہ السلام کا مسکن و ماویٰ اور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز رہا اور بیت المقدس کو بے شمار انبیاء و رسل سے نسبت کا شرف حاصل ہوا اس لیے ان بابرکت مقامات کی قسمیں اٹھائی گئیں جہاں ایسے نفوسِ قدسیہ کی ولادت باسعادت ہوئی جو انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہوئے جس سے ارفع کسی اور مقام کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔[1]

۱۔ ضیاء القرآن ۵/۶۰۵۔ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمۃ۔ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور

آیات سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ کھانے کی جو اشیاء انبیاء علیہم السلام کو پسند تھیں اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء میں شفا اور برکت رکھ دی ہے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں انجیر کا ایک گچھا بھیجا آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فرمایا کہ اس میں سے کچھ کھاؤ کیونکہ اگر کوئی میوہ بہشت سے اترا ہے تو وہ یہی ہے کیونکہ۔

۱۔ یہ بواسیر ختم کرتا ہے۔
۲۔ یہ نقرس کو نفع دیتا ہے۔
۳۔ حضرت علی بن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! انجیر منہ کی نکہت دور کرتا ہے۔
۴۔ بالوں کو بڑھاتا ہے۔
۵۔ فالج سے امان بخشتا ہے۔

۲۔ زیتون کے متعلق فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیتون کے ایک درخت کے پاس سے گزرے تو اس سے لکڑی کاٹ کر مسواک کی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' فرمایا۔

سواك الذیتون هو سواکی وسواك الانبیاء — زیتون میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی مسواک ہے

۳۔ جس طرح انجیر مختلف بیماریوں کے لئے نفع بخش ہے اسی طرح زیتون کے بارے میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ زیتون کو لازم پکڑو کیونکہ وہ صفراء کوکھولتا اور بلغم ہٹاتا اور اعصاب کو مضبوط کرتا ہے اور غشی کو روکتا اور حلق کو صاف کرتا ہے اور جی کو خوش کرتا ہے اور غم کو دفع کرتا ہے۔[1]

۴۔ جس جگہ پر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے قدم لگے اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی قسم اٹھالی کیونکہ اس مقام پر کلیم اللہ کے قدم لگے ہیں مقدس و متبرک جگہوں کی شان کو بیان خود خدا کر رہا ہے لہٰذا ان متبرک و مقدس مقام سے حصولِ برکت جائز ہے۔

۵۔ مکہ مکرمہ جس کو ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا اور اس کے امن کی دُعا مانگی اور اس کومحبوب خدا ﷺ نے آباد فرمایا ان بزرگ ہستیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی قسم اٹھائی ہے اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہ تھی۔

۶۔ جب انجیر و زیتون انبیاء علیہم السلام کی غذا بنے تو اللہ تعالیٰ اس میں شفاء رکھ دیتا ہے اور برکت والی کر دیتا ہے طور سینا اور مکہ مکرمہ میں مقبولان خدا کے قدم لگیں تو ان کی قسمیں اٹھائی

۱۔ روح البیان مترجم فیض ملت علامہ فیض احمد اویسی حفظہ اللہ ص ج ۳۰ ص ۴۲۹/۴۳۰

جاتی ہیں اگر ایک مسلمان ان پھلوں کو شفاء و برکت کے حصول کے لئے استعمال کرتا ہے تو وہ کیسے ناجائز ہوگا اسی طرح مکہ مکرمہ' مدینہ طیبہ' طور سینا وغیرہ مقدس مقام سے حصول برکت کے لئے وہاں جانا' ان کی زیارت کرنا اور اپنی سعادت سمجھنا کیسے ناجائز ہوگا بلکہ قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔

۷۔ کسی چیز کی عظمت کے پیش نظر قسم اٹھائی جاتی ہے تو زیتون و انجیر اور طور سینا اور مکہ مکرمہ کی قسمیں اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت کو واضح کرنے کے لئے اٹھائی ہیں کیونکہ ان کی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے نسبت ہے۔

☆☆..........☆☆

اللہ تعالیٰ کا غازیوں کے گھوڑوں کی قسم اٹھانا

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ[۱]

قسم ہے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی جب وہ سینہ سے آواز نکالتے ہیں پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سُم مار کر پھر اچانک حملہ کرتے ہیں صبح کے وقت

تفسیر شان نزول:۔

بنوکنانہ کے لوگوں کی طرف سے یہ (لشکر) بھیجا اس پر امیر لشکر منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا اور یہ نقباء میں سے تھے ان کی ایک ماہ تک کوئی خبر نہ آئی منافقین نے کہا وہ مارے گئے ان کے رد میں یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی گئی کہ وہ بسلامت زندہ ہیں اور بشارت ہے کہ انہوں نے کفار سے کافی مالِ غنیمت پایا ہے اور حد سے تجاوز کرنے والے منافقین پر تعریض ہے کہ یہ ناشکرے ہیں۔

علمی بحث:۔

العادیات میں اگر الف لام عہد کا ہے تو مقسم بہ ان مجاہدین کے گھوڑے ہیں۔ اگر جنس کا ہے تو تمام مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو جہاد میں ہوں اور صفاتِ مذکورہ میں سے وہی موصوف ہیں دونوں تقریروں پر

۱۔ العدیات نمبر ۱۰۰: ۳۔۲۔۱

یہ اس کا مستحق ہے کہ ان کی قسم یاد کی جائے کہ وہ ان صفات مشرفہ سے موصوف ہیں اور مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم سے براعۃ ہے جو اس سے بڑھ کر گھوڑوں کی شرافت و بزرگی اور کیا ہو سکتی ہے گویا کہا گیا ہے کہ قسم ہے ان غازیوں کے گھوڑوں کی جن کے اوصاف ایسے ایسے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ نے مخالفین (اسلام) منافقین کی مذمت کی ہے جو ان مجاہدین کے بارے میں کفرانِ نعمت کرتے تھے۔[1]

سبق:۔

اللہ تعالیٰ نے جب گھوڑوں کی شرافت کے پیشِ نظر ان کا اتنا اعزاز و اکرام فرمایا ہے تو گھوڑوں والے صحابہ کرام کی کتنی ارفع شان ہوگی (پھر ان کے اوپر ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی رفعت کا کیا کہنا کہ جن کے طفیل ان کو یہ اعزاز و اکرام نصیب ہو رہا ہے)

حافظ ابوبکر ابن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں

اقسم بمحمد ﷺ وقال یٰسٓ والقران الحکیم واقسم بحیاته وقال لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون واقسم بخیله وصهیلها وغبارها وقدح حوافرها النار من الحجر[2]

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کی بھی قسم اٹھائی جیسے یٰس والقرآن الحکیم میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کی بھی قسم اٹھائی جس طرح لعمرک اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھوڑوں کی، ان کے ہنہنانے کی، ان کی اڑائی ہوئی غبار

۱۔ روح البیان ص ۱۰۱۱/۲۹۔۳۰   ۲۔ احکام القرآن

کی اور ان کے سموں سے جو آگ
نکلتی ہے اس کی بھی قسم اٹھائی

آیات سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ ان آیات میں ان گھوڑوں کی قسمیں اٹھائی جارہی ہیں جن پر میرے آقائے مصطفےٰ ﷺ کے اصحاب سوار ہو کر میدان جنگ میں لڑتے رہے ہیں۔

۲۔ قسم کسی مہتم بالشان چیز کی اٹھائی جاتی ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے نسبت جوڑے وہ بھی خداکو محبوب ہوتی ہے جیسا کہ گھوڑے مذکورہ بالا آیات میں۔

۳۔ جب گھوڑے اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور ان کی قسم اٹھا رہا ہے تو ان کے سوار اصحاب مصطفےٰ ﷺ کیونکر محبوب نہ ہونگے جب گھوڑوں کی یہ شان ہے تو شہسوار کی شان کا اندازہ کون لگا سکتا ہے پھر شہسواروں کے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی شان کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

۴۔ جب چیزوں کی نسبت مقبولان خدا سے ہو جاتی ہے ان کا ادب و احترام کرنا' ان کی قسم اٹھانا شرک و بدعت نہیں بلکہ عین قرآن ہے۔

۵۔ ان آیات میں اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں فقط صفات بیان کی گئی ہیں عادیات' موریات وغیرہ لیکن ان کا موصوف بیان نہیں کیا گیا اس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر زمانے کے غازیوں کے سامان حرب کی اللہ تعالیٰ قسم اٹھاتا ہے جن

میں یہ صفات پائی جائیں اس زمانے میں مجاہد گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کیا کرتے تھے اور ان گھوڑوں میں یہ صفات پائی جاتی تھیں۔ آج گھوڑوں کی جگہ ٹینکوں نے لے لی ہے اور یہ تمام صفات بدرجہ اتم ان میں بھی پائی جاتی ہیں وہ جب تیزی سے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ان سے ایک خاص قسم کی گڑگڑاہٹ نکلتی ہے وہ آگ بھی اگلتے ہیں جہاں سے گزرتے ہیں گردوغبار بھی اڑاتے ہیں دشمنوں کے مورچوں میں بھی گھس جاتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ ان ٹینکوں کی قسم ہے تو بھی بعید نہ ہو گا۔

۶۔ ان آیات میں فقط گھوڑوں کی قسمیں نہیں اٹھائی جا رہی بلکہ ان کی ایک ایک صفت قرآن بیان کر رہا ہے کہ ان کی تیز رفتاری کی بھی قسم، ان کے سینہ سے سانس لیتے وقت جو آواز نکلتی ہے اس کی قسم، جب ان کے سم پتھر پر لگ کر آگ نکلتی ہے اس کی قسم، پھر اچانک وہ حملہ کرتے ہیں صبح کے وقت تو اس سے گردوغبار اڑاتے ہیں اس گردوغبار کی بھی قسم اللہ تعالیٰ کو وہ جانور کتنے محبوب ہیں جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے اصحاب کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بھی قسم اٹھاتا ہے تو پھر یہ بات بعیداز عقل نہیں کہ اگر کوئی بندہ مصطفےٰ ﷺ کے دامن رحمت سے چمٹ جائے یا مقدس ومتبرک جگہ پر جا کر مر جائے تو اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند نہ ہو۔

☆☆..........☆☆

خلاصہ کلام

اس کتاب میں کثیر آیات بینات سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ مقدس و متبرک مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے وہاں جا کر دُعا مانگی جائے تو جلد قبول ہوتی ہے اور ان مقامات کی برکت سے گناہ مٹ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے مقدس و متبرک جگہوں جیسے داتا صاحب' سیال شریف' شرقپور' گولڑہ شریف' علی پورہ' ڈھوڈا شریف وغیرہ وغیرہ جا کر دُعا کرنا اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد مانگنا جائز ہے۔

☆☆..................☆☆